۲۶ر فتح ۱۳۳۵ھش

۲۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۵)

"میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانیہ کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہو۔"

الوصیت ص۸

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ کی پیش خبری اور اس کا عملی ظہور

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

عکس تحریر

حضرت خلیفہ اولؓ

فرمودہ

یکم دسمبر ۱۹۱۲ء

حضرت صاحبزادہ [illegible] اللہ تعالیٰ

[illegible] تمہارا [illegible] مجھے دکھاوے۔

[illegible]

[illegible]

"مظہر قدرتِ ثانیہ"

★
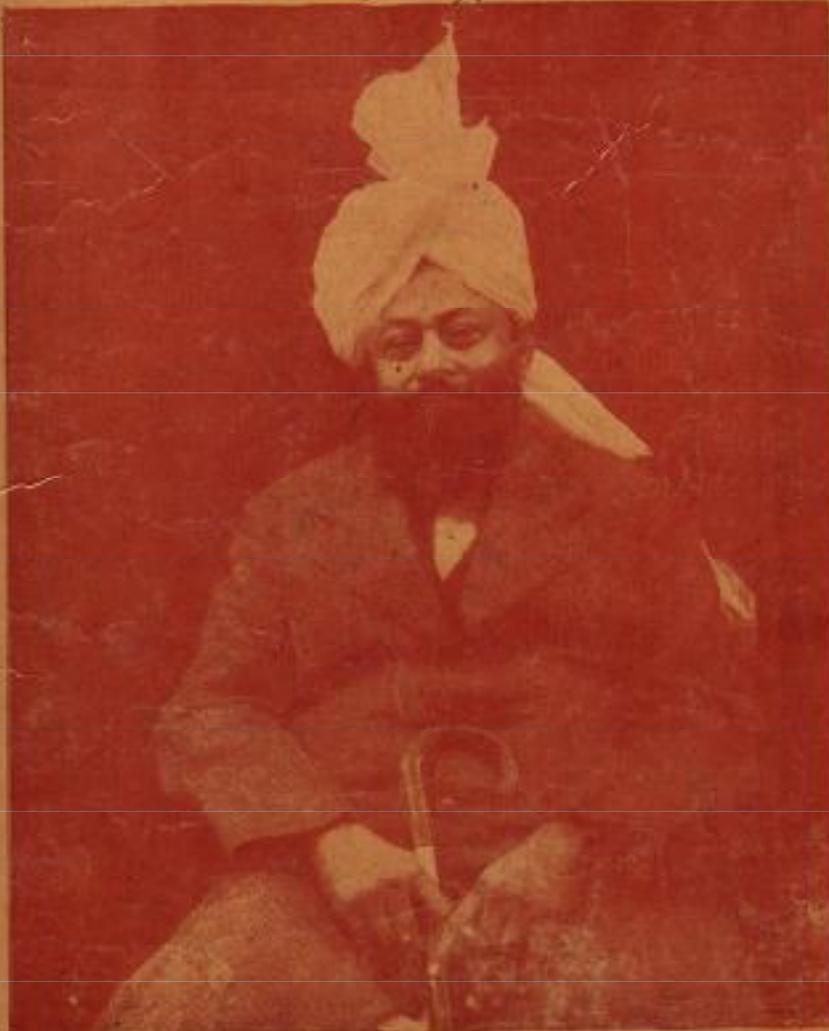
"میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچانا ہے"

(الفضل [illegible])

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۵۸ء

نالے حج تے نالے ونج

پنجابی کی ایک مثل ہے کہ "نالے حج تے نالے ونج" اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں کا فائدہ۔ یعنی جو لوگ حج کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو اپنے سفر کے دوران میں بیوپار کر کے نفع بھی کما سکتے ہیں۔ اسلام میں رزق حلال کمانا بطور خود ایک عبادت ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام میں دین اس لحاظ سے دنیا سے جدا نہیں۔ کہ دنیا کے کاموں کو بھی ایک خاص نقطہ نظر یعنی تقویٰ اللہ کے جذبہ سے سرانجام دینا ہی دراصل دین ہے۔ ہم لاکھ نمازیں پڑھیں۔ لاکھ روزے رکھیں۔ لاکھ زکوٰۃ دیں۔ لاکھ حج کریں۔ لیکن اگر ایسا کرنے سے ہماری طبیعت میں فرق نہیں آیا۔ اور ہم نے عام دنیاوی کاموں میں تقویٰ اللہ کو مد نظر نہیں رکھا۔ تو ایسی نمازوں۔ ایسے روزوں اور ایسی زکوٰۃ اور ایسے حج کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔

اصل عبادت یا کہنا چاہیئے عبادت کی روح یہ ہے کہ نماز اور شرعی عبادت سے ہم اپنی زندگی کو سنوارنے کا کام لیں۔ ہماری طبیعت بدل جائے۔ اور ہم عام دنیاوی کام عادتاً اور فطرتاً اس طرح کرنے لگیں کہ جو تقویٰ کی روح سے معمور ہوں۔ ہمارے ہر فعل سے خشیۃ اللہ نمایاں ہو۔ ہماری ہر حرکت میں صبغۃ اللہ کا عکس نظر آسکے۔ اگر شرعی عبادت سے ہم یہ فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔ اور اس کو محض ایک رسمی اور رسی چیز سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ تو یقیناً ایسی عبادت کا کوئی مصرف نہیں۔ نہ ہماری دنیا کے کام آ سکتی اور نہ عقبیٰ میں ہمیں کوئی اجر دے سکتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ شرعی عبادت بیکار ہے۔ بلکہ اس کے الٹ شرعی عبادت ہی ہماری اس زندگی کی بنیاد ہے۔ جس کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ شارع اسلام نے جو شرعی عبادتیں مقرر فرمائی ہیں۔ ان میں یہی حکمت ہے۔ کہ وہ آخر میں ہمیں اس صالح زندگی کی عمارت اٹھانے کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہیں۔ جس کا تقاضا اسلام ہم سے کرتا ہے۔

اس لحاظ سے مذکورہ بالا پنجابی مثل اس حد تک تو ٹھیک ہے۔ کہ حج کے لئے سفر کے دوران میں اگر ہم رزق حلال کمانے کے لئے بھی کوشش کریں۔ اور تقویٰ اللہ کے ساتھ تجارت یا کوئی اور پیشہ اختیار کریں۔ تو یہ بطور خود ایک بابرکت عمل ہو گا۔ اور حج کے ثواب کے علاوہ اس کا ثواب بھی ہم کو مزید ملے گا۔ اصل چیز تقویٰ ہے۔ اور اگر ہم حج کو محض ایک بہانہ بنا کر مثلاً ہم کرنا تو چاہتے ہیں تجارت اور مقصد ہمارا یہ ہے۔ کہ اپنے تجارتی مال کے لئے منڈیاں پیدا کریں۔ مگر چونکہ اس کے لئے ہمیں پاسپورٹ کے حصول یا سفر کی دیگر سہولتیں میسر نہیں ہو سکتیں۔ اور ہم سمجھیں کہ حج کے بہانے سے ہم مطلب برآری کر سکتے ہیں۔ تو یقیناً ایسا حج بھی اسی طرح کوئی عبادت نہیں۔ جس طرح ہم فریب کی کمائی کو اپنے لئے جائز قرار دے لیں۔ اس طرح اسلامی نقطہ نظر سے ایسا ونج بھی درست نہیں ہے اور نہ ایسا حج کوئی عبادت کہلا سکتا ہے۔ البتہ اگر ہماری اصل نیت تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے موجب حج ہی کرنا ہو اور ساتھ ہی ہم رزق حلال کمانے کا بھی چارہ کریں۔ تو یقیناً "نالے حج تے نالے ونج" کی ضرب المثل صحیح معنوں میں ہم پر صادق آئے گی۔ ہم حج سے بھی سرفراز ہوں گے۔ اور ونج بھی ہمارے لئے برکتوں کا باعث ہو گا۔

حج کے ساتھ رزق حلال کی کمائی کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی برکات شامل ہیں۔ مثلاً مقدس مقامات یعنی ان مقامات میں جہاں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیا کرتے اور دعائیں مانگا کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عبادتیں کرتے تھے اور پھر ہر زمانے کے صلحاء اور اصفیاء نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے چلے آئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ مقامات مقدس ہو گئے ہیں۔ ایسے مقامات میں شرعی عبادت مثلاً نمازوں کی ادائیگی اور روزے رکھنا بھی ایک خاص تقدس اور برکات کا حامل ہے۔ اسی طرح آج کل کے زمانہ میں خاص طور پر بسا اوقات ایسے سفر کے دوران میں ان مقامات پر یا جو مقامات راستے میں پڑتے ہیں۔ اپنے دیرینہ بچھڑے ہوئے عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ جو ایک مزید برکت کا حامل ہے۔ اسی طرح اور کئی قسم کے بظاہر دنیاوی فوائد حج کے سفر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل تحصیل حاصل ہے۔ اور جیسا کہ ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں۔ یہ تمام فوائد خواہ بظاہر کتنے ہی دنیاوی نظر آئیں۔ اگر تقویٰ اللہ کے حامل ہیں۔ تو یہ بھی عبادت ہی میں شامل ہیں۔

یہ تو حج کی مثال ہے۔ جو وسیع ترین پیمانے پر حجاج کے لئے دینی اور دنیاوی برکات کا موجب ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ بھی ایک محدود پیمانے پر ہمارے لئے اس قسم کی مزید برکات کا موجب ہے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان تمام برکات کے پیش نظر ہی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تحریرات اور تقریروں میں جا بجا اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اور جلسے پر آنے والوں کے لئے خاص دعائیں فرمائی ہیں۔ بلکہ محض اسی وجہ سے بعض وقت ہم جلسہ کو "ظلی حج" بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے افتراء پرداز مخالفین عوام کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے اس سے بڑے بڑے افسانے تراشنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ اس سے ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جو کعبہ میں جو روحانی برکات حجاج کو ملتی ہیں۔ ایک چھوٹے سے پیمانے پر وہی برکات جلسہ سالانہ میں بھی اہل ایمان کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور ادنیٰ پڑھا لکھا احمدی سے لیکر بڑے سے بڑا تعلیم یافتہ احمدی بھی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور کسی کے دل میں یہ خیال بھی کبھی نہیں آتا۔ کہ شرعی حج جو ہر مسلمان پر عمر میں ایک دفعہ بشرط استطاعت فرض ہے۔ یہ جلسہ اس کا قائم مقام ہے اور اس سے سبکدوش کر دیتا ہے۔ یہ سراسر افتراء ہے۔ جو مخالفین ہمارے خلاف پھیلانے کی اکثر کوشش کرتے ہیں۔

بہرحال ہم جو کچھ اس مختصر اداریہ میں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارا جلسہ سالانہ بھی طرح طرح سے موجب برکات ہے۔ اور اس میں شامل ہونے والے بہت سے دینی اور دنیاوی فیوض حاصل کرتے ہیں۔ اور جو احمدی اس میں شمولیت نہیں کرتا وہ یقیناً ہر دو طرح نقصان میں رہتا ہے۔ جس طرح اعلیٰ پیمانہ پر استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنے والا مسلمان نہ حج کی برکات حاصل کرتا ہے۔ اور نہ ونج کے فوائد اس کو میسر ہوتے ہیں۔ وہ دین و دنیا دونوں کے نقطۂ نظر سے خسارہ میں رہتا ہے۔

اسی طرح جو دوست توفیق ہوتے ہوئے جلسہ میں شمولیت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ ان مزید برکات کو جو جلسہ کے ساتھ شامل ہیں۔ اپنے لئے واقعی برکات بنا لیں۔ اور انہیں ضائع نہ کریں۔ اور جلسہ میں اس کی حقیقی برکات کے لئے شامل ہوں۔ تاکہ دوسری برکات بھی عبادت کا رنگ اختیار کریں۔ اور نہ جلسہ کی حقیقی برکات سے بھی محروم رہیں۔

حقیر و ناچیز ایک ذرّے کو تُو نے اختر بنا دیا ہے

مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ثانی

تری محبت نے پیارے محمودؔ ہم کو مجنوں بنا دیا ہے
تجھے ہے سب اختیار ہم پر کہ ہم نے سر کو جھکا دیا ہے

پڑا تھا اپنے دلِ حزیں پر، حجاب نام و نمودِ دُنیا
تری شعاعِ رُخِ درخشاں نے اس کو یکسر اٹھا دیا ہے

جو ہم نے سیکھا تمہی سے سیکھا جو ہم نے پایا تمہی سے پایا
تمہارے صدقے تمہارے قرباں خُدا کا تم نے پتہ دیا ہے

وہ رازِ حق جس کو صوفیانے جہاں میں کھولا نہیں تھا اب تک
کچھ آنکھوں آنکھوں میں بات کر کے وہ تم نے سمجھا دیا ہے

تخیّل آرائیاں نہیں ہیں، ہمارا اپنا مشاہدہ ہے
کہ تم نے دُنیا میں رحمتِ حق کا ایک دریا بہا دیا ہے

تری محبت میں کیوں نہ جھوموں شرابِ عرفاں پلانے والے
میں مورِ ناتھا گِرا دیا ہے میں گرد راہ تھا اٹھا دیا ہے

تری دُعا کے طفیل پیارے خدا نے سب کچھ دیا ہے مجھ کو
حقیر و ناچیز ایک ذرّے کو تو نے اختر بنا دیا ہے

اسلام کا پاکیزہ ورثہ زندہ خدا کی زندہ تجلیات ہیں

جنہیں

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوبارہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے

ہمیں اپنی اولادوں میں کتب حضرت مسیح موعود کے بکثرت مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے تا یہ پاکیزہ ورثہ ان کے قلوب میں بھی راسخ ہو جائے

مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی تقریر

مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر محترم صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) نائب صدر مجلس انصار اللہ نے جو تقریر فرمائی وہ جماعتی تربیت کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی تھی۔ اس لئے اسے افادۂ احباب کے لئے مفصل طور پر درج ذیل کیا جاتا ہے (ادارہ)

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:

"ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں۔ مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق و وفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق و وفادار نہیں ہیں۔ وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں۔ اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے۔ اور خدا اسے دیکھے گا۔ اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے۔ اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے۔ تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں۔ اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں۔ اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں۔ انہوں نے مردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دور جا پڑے"

قابل غور سوال

یہ تھا اسلام کا وہ پاکیزہ ورثہ جسے مسلمانوں نے اپنی کوتاہیوں اور غفلت کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ اور اب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوبارہ ہمیں لاکر دیا ہے۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا ہماری زندگیوں میں اس کی جھلک نظر آ رہی ہیں۔ کیا ہم اس دولت کو اپنی اولادوں تک پہنچا سکے ہیں۔ ہم میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوں گے۔ جنہیں اپنی اولاد کی کسی غفلت یا غلطی کی وجہ سے وہ برداشت نہیں کر سکے۔ انہیں عاق کرنا پڑا ہوگا۔ لیکن بہرحال ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہیں اپنی اولاد کو اس کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے جو ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اپنی جائداد یا جائیداد سے محروم کرنا پڑا۔ اور اس وقت ان کے دلوں میں بڑا سخت درد اور قلق پیدا ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دی۔ جس کی وجہ سے انہیں یہ دن دیکھنا پڑا۔ پھر کتنا ہی بدبخت ہے وہ بچہ جس کا باپ اسے اس روحانی ورثہ سے محروم کر رہا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں دوبارہ دنیا کو بھی دیا ہے۔ اور کتنا ہی بدبخت ہے وہ باپ جسے یہ خیال تو ہے کہ اس کی مادی دولت اور جائداد تو اس کی اولاد میں بطور ورثہ کے جائے۔ لیکن اسے یہ خیال نہیں کہ یہ روحانی دولت اور اسلام کا یہ پاکیزہ ورثہ جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس زمانہ میں دوبارہ ملا ہے۔ وہ اس کی اولاد میں بھی ہو جائے۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت

اس سلسلہ میں تمہید کے بعد میں اپنے بھائیوں اور بچیوں کی خدمت میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف خدام الاحمدیہ کا ہی کام نہیں کہ وہ جماعت کے نوجوانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائیں بلکہ یہ کام ہر باپ کا ہے۔ ہر ماں کا ہے اور ہر گارڈین کا ہے۔ جس کے ماتحت یا زیر نگرانی جماعت کا کوئی بچہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ بچوں کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بکثرت مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے بہت سے مخلص لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں اس طرف توجہ نہیں شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین کا معاملہ ہر ایک کی ذات سے ذاتی تعلق رکھتا ہے یعنی کسی کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم فزکس یا کیمسٹری کے بعض ابتدائی اصول سکھانے کے لئے کالجوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اس کام کے لئے بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ ہزاروں روپیہ کیمیکلز اور آلات پر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن روحانی باتوں کے متعلق سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان کے متعلق کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود ہی یہ باتیں ہمارے بچوں کے دماغوں میں ڈال دینی ہیں۔ یہ بالکل غلط اور احمقانہ بات ہے۔ جس طرح اپنے بچوں کو دنیوی تعلیم دلانے کے لئے روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اور بعض بچوں کو بھی محنت کرنی پڑتی ہے

تب جاکر وہ امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں اپنے بچوں کی روحانی تعلیم کا بھی فکر کرنا چاہیئے۔ اور اس کے لئے اگر ہمیں زیادہ مالی خرچ کرنا پڑے۔ یا خود تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ ہم دنیوی تعلیم کی خاطر بعض اوقات اپنے جذبات کو بھی قربان کر دیتے ہیں۔ مثلاً پچھلے سال میرے ایک بچے نے ایف ایس سی کا امتحان دیا۔ اور آپ سب جانتے ہیں۔ کہ ان دنوں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت علیل تھی۔ اور ہمارے خاندان بلکہ تمام جماعت کے ہر فرد کی یہ خواہش تھی۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت حضور کی عیادت اور خدمت میں خرچ کرے۔ میں نے دیکھا کہ میرا وہ بچہ روزانہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ اور اس طرح وہ اپنے امتحان کی تیاری کی طرف سے غفلت برتنے لگا۔ میں نے اسے اس طرف توجہ دلائی۔ کہ بے شک جو کام تم کر رہے ہو۔ وہ بڑا بابرکت ہے۔ لیکن تمہیں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ تمہیں اس سال امتحان دینا ہے۔ اور اگر تم اس میں ناکام ہو گئے۔ تو یہ بات حضور کو بہت دکھ دینے والی ہوگی۔ اس لئے بے شک حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرو۔ لیکن ہفتہ میں ایک دو دفعہ جایا کرو۔ جب ہم دنیا کے امتحان پاس کرنے کے لئے اس قسم کے جذبات کی قربانی ضروری سمجھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ روحانی امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہم اس سے بڑھ کر قربانی کی ضرورت نہ سمجھیں۔ اور خیال کریں۔ کہ ہمیں اس کے لئے کسی خاص کوشش اور محنت کی ضرورت نہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے۔ کہ اس کے گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا ایک دور ہو رہا ہے۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی تفسیر پر مشتمل ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں جو کچھ ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر ہی ہے۔ ان کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جو قرآن کریم کی تفسیر نہ ہو۔ اور قرآن کریم وہ نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک انسان کی روحانی پیاس بجھانے کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب دور حاضر کے مطابق قرآن کریم کی صحیح تفسیر ہیں۔ اگر ہم ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اور انہیں بند رکھتے ہیں۔ تو گویا ہم قرآن کریم کو مہجور کے طور پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بے شک گذشتہ زمانہ میں قرآن کریم کی متعدد تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ اور بعض اپنے زمانہ کے لحاظ سے بہت اچھی تھیں۔ لیکن اب ان تفاسیر کا زمانہ گذر گیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ اور کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے زمانہ کے لحاظ سے اس وقت تفسیر کا ایک نیا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور اس دروازہ کو کھولنے والا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک وجود ہے۔ اگر ہم اس کی طرف سے غفلت برتیں گے۔ تو نہ صرف ہم خود ایک بڑے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ بلکہ اپنی اولادوں پر بھی سخت ظلم کریں گے۔ ہمارے ایک نہایت مخلص دوست ہیں۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ وہ دین کے لئے بڑی قربانی کرنے والے ہیں۔ ان کا ایک بچہ ہمارے کالج میں پڑھتا ہے۔ ایک دن مجھے اس کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کے منہ سے بعض ایسے فقرے نکلے ہیں۔ جو ایک احمدی کے منہ سے نہیں نکلنے چاہئیں۔ ایک سیکنڈ کے لئے میری طبیعت میں سخت غصہ پیدا ہوا۔ کہ اس نے یہ بیہودگی کیوں کی ہے۔ لیکن فوراً ہی میرا خیال اس طرف گیا کہ شاید اس میں اس کا کوئی قصور نہ ہو۔ بلکہ کسی اور جگہ گڑبڑ ہو۔ جو ان فقرات کا موجب ہوئی ہو۔ اس خیال کے آنے پر میں نے اسے اپنے پاس بلایا اور بڑے پیار سے دریافت کیا۔ کہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں سے کون کونسی کتاب پڑھی ہے۔ وہ بڑے آرام سے کہنے لگا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ حالانکہ وہ سیکنڈ ایئر یا تھرڈ ایئر کا سٹوڈنٹ تھا۔ اس پر میں نے سمجھا۔ کہ جو فقرے اس کے منہ سے نکلے ہیں۔ وہ اس بات کا نتیجہ تھے۔ کہ وہ اس تعلیم سے ناواقف ہے۔ جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ہیں۔ پس اگر ہم اپنی اولاد میں صحیح روحانیت پیدا کرنے کی طرف سے بے توجہ ہو جائیں۔ تو ہم بڑے ظالم ہیں۔ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ ان حالات میں ہماری اولاد سے کیا سلوک کرے گا۔ لیکن اگر وہ اس صحیح روحانیت سے کورے رہیں تو ہمارا ظلم ثابت ہے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کے مواخذہ سے بچ نہیں سکتے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ہمیں وہ خزانہ ملا ہے۔ جس کو ہم اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ اور دوسری طرف ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت نہیں۔ یا تو وہ خزانہ خزانہ نہیں۔ یا ہمارا یہ خیال غلط ہے۔ کہ ہمیں اس خزانہ کی ضرورت نہیں۔ اگر ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت نہیں تو ہمیں بھی اس کی ضرورت نہیں اور ہم اس دعویٰ میں منافق ہیں کہ ہمیں اس خزانہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر اس خزانہ کی ہمیں ضرورت ہے تو ہماری اولاد کو بھی اس کی ضرورت ہے اور اگر ہماری اولاد کو اس خزانہ کی ضرورت ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ اس خزانہ سے فائدہ اٹھاتی ہے یا نہیں۔ یعنی وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کرتی ہے یا نہیں۔ اگر جماعت کے دوست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کریں تو لازمی بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنی عقل سمجھ اور علم کے مطابق ان کتب سے ضرور کچھ نہ کچھ اخذ کرے گا۔

معارف کا ایک خزانہ

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بار بار پڑھی ہیں۔ اور ہمارا تجربہ ہے جب بھی کوئی کتاب دوبارہ پڑھی اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی نیا مسئلہ حل ہوا یا کوئی نہ کوئی نیا عقدہ کھلا یا کوئی نہ کوئی نئی دلیل سامنے آگئی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتب معارف کا ایک خزانہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک حصہ تو ایسا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر بڑے اہم اور قیمتی مضامین رکھے ہوئے ہے اور جب بھی حالات آپ کی توجہ اس طرف پھیر دیں یا اللہ تعالیٰ کا فضل ہو کہ آپ کی توجہ اس طرف پھر جائے تو آپ کو نئے نئے مضامین سوجھیں گے

زندہ خدا پہ ایمان

جس زندہ خدا کو ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھا ہے۔ اور جس کا ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب کے ذریعہ ہم میں پیدا کیا ہے۔ وہ اس اعتقاد اور اس کے مطابق جو عمل ہیں ان کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتا ہے ورنہ مذہب کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ جو مذہب یہ کہتا ہے کہ میں مذہب تو سچا ہوں مگر خدا زندہ موجود نہیں۔ وہ مذہب حقیقتاً اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اگر کوئی خدا موجود ہے اور خدا تعالیٰ کو یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی طرف اس مذہب کو بھیجے تو پھر یہ بھی ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ فرداً فرداً تعلق رکھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ فرداً فرداً تعلق رکھتا ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ دعائیں کرو میں قبول کروں گا اور وہ مومن کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے اور کافر کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے تا اسے سیدھا راستہ دکھائے لیکن فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ جب کافر مومن کے خلاف دعا کر رہا ہوتا ہے تو وہ قبول نہیں کرتا۔ لیکن جب کوئی مومن حالات سے مجبور ہو کر خدا تعالیٰ کے دین، مخالف دشمنوں کے خلاف یا سلسلہ کی تائید میں دعا کر رہا ہوتا ہے تو وہ اس کے منہ سے بھی نہیں نکلتی اور قبول ہو جاتی ہے۔ کسی انسان کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس کی وجہ سے کوئی بڑائی یا بزرگی ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ بندہ تو بڑا کمزور، ضعیف اور بہت ہی گنہگار ہے۔ پس جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ بندہ کی خوبی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ وہ اپنی قدرت نمائی کرتا ہے۔ اور اپنے چہرہ کو ظاہر کرتا ہے۔

ہر ایک احمدی کی زندگی خدا تعالیٰ کے نشانات کی مظہر ہے

اس اجتماع کے متعلق میں آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر روز ہر احمدی کی زندگی میں خدا تعالیٰ اپنے وجود کو ثابت کر رہا ہے۔ اور اگر ہماری اولاد اس طرف سے غافل ہو جائے۔ تو یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا۔ تین چار روز ہوئے میری چھوٹی ہمشیرہ امۃ القیوم کے اپریشن کی تاریخ مقرر ہوئی۔ اور غالباً وہ ۲۹ تاریخ تھی۔ میں اسی دن حضور کی خدمت میں ملاقات کی غرض سے گیا۔ تو حضور فرمانے لگے۔ امۃ القیوم کے اپریشن کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے اور مجھے وہاں جانا ہے۔ میجر اپریشن ہے۔ کم از کم تین چار دن وہاں ضرور لگ جائیں گے اس لئے میں غالباً انصار اللہ کے اجتماع میں شامل نہیں ہو سکوں گا۔ حضور کو کوئی کام تھا۔ اس لئے اس کمرے سے کسی اور کمرہ میں تشریف لے گئے۔ آپا مریم صدیقہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ گھر کے بعض اور افراد بھی تھے۔

میں نے آپا مریم صدیقہ سے کہا کہ حضور اپریشن

کی وجہ سے ہمارے احباب شامل نہیں ہوئے اور ہماری خواہش ہے کہ حضور اس میں ضرور شامل ہوں اور یہ سمجھی جو سکتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اپریشن کو ملتوی کرا دے۔ کیونکہ کسی اپریشن کے ملتوی ہونے سے جب خود معالج اسے ملتوی کرتا ہے یوں مریض کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور ہماری خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ یہ بات کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ نصف گھنٹہ کے بعد اطلاع آئی کہ اپریشن ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب دیکھو اگر خدا تعالیٰ کی ذات نہیں تو یہ بات پوری کیسے ہوئی۔ درحقیقت خدا تعالیٰ نے کی ہستی کے وجود پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اگر کوئی انسان دل کی گہرائی سے خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ دعا یہ فقرہ ابھی منہ سے نکلا بھی نہیں کہ خدا تعالیٰ اسے قبول کر لیتا ہے اور اس کی ایک مثال میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے کہ ادھر میرے منہ سے ایک بات نکلی اور ادھر خدا تعالیٰ نے اسے پورا کر دیا۔ گویا کہ وہ جانتا تھا کہ یہ فقرہ میرا ذاتی نہیں بلکہ آپ میں سے ہر ایک کی نمائندگی کر رہا تھا۔ حقیقی طور پر میں سے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضور ہمارے اس اجتماع میں شامل ہوں۔ یہ تو محض ایک مثال ہے اسلام اور احمدیت کی تاریخ میں ایسی ان گنت مثالیں ملتی ہیں۔ پرانے زمانوں کی کتابوں نے انہیں کرامات کا نام دیا ہے آپ ان کا اپنے ساتھ مقابلہ کریں اور دیکھیں کس طرح آپ صحابہؓ کے ساتھ مل گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں ؎

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

ایک حدیث نبویؐ

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کو عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کام کے سلسلے میں روک لیا۔ آپ دیر تک انہیں ہدایات دیتے رہے یا ان سے متعلقہ کام کے متعلق رپورٹ لیتے رہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ عشاء کی نماز اول وقت میں ہی پڑھا کرتے تھے کیونکہ اس وقت آسمان میں کچھ روشنی ہوتی ہے اور نمازی بغیر تکلیف کے باہمی گھروں کو جا سکتے ہیں۔ لیکن اس دن بہت دیر تک ان صحابہؓ کو مسجد میں رکھا گیا۔ اندھیری رات تھی واپس جانے لگے تو رستہ نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں سے ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ ہم مسجد سے نکلے تو اس قدر اندھیرا تھا کہ ہمیں خطرہ تھا کہیں ہمارا پاؤں کسی نالی میں پڑ کر کپڑے خراب نہ ہو جائیں۔ لیکن جونہی ہم باہر نکلے ہماری چھڑی کا ایک سرا شعلہ ظاہر ہوا اور ہمارے سامنے چلنا شروع ہو گیا۔ کچھ دور تک ہمارا رستہ ایک ہی تھا اور ہم اس شعلہ کی روشنی میں چلتے رہے۔ لیکن آگے جا کر ہمارے رستے الگ ہو جاتے تھے۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں ہمارے رستے الگ ہوتے تھے تو وہ شعلہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ان میں سے ایک ٹکڑا میرے سامنے چلنے لگا اور دوسرا دوسرے دوست کی رہنمائی کرنے لگا جب ہم گھروں میں داخل ہوئے تو وہ شعلے غائب ہو گئے۔ تو دیکھو صحابہؓ نے اس نور کی برکت سے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے زندہ خدا دیکھا تھا۔ بعد میں مسلمانوں نے اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے اس برکت کو کھو دیا۔ پھر آئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں لائے ہیں اور اس کی وجہ سے ہم اپنے زندہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا خدا صبح دوپہر شام غرضیکہ ہر وقت ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ دنیا ہو جاتی ہے کہ ہمارے دل اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کمزوری دکھائے اور وہ زبان سے اس کا انکار کر دے لیکن اس کا دل اس زندہ خدا کے وجود سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا۔ پس یہ کتنی بڑی نعمت ہے جو اس زمانہ میں ہمیں ملی ہے اس نعمت کے ہوتے ہوئے اگر ہمارے بعض بچے اس برکت کے حصول میں غفلت سے کام لیں تو کتنی تعجب کی بات ہے۔ اگر ہماری غفلت سے ایسا ہو گیا تو اس سے زیادہ بڑا ظلم اور کوئی ہو سکتا ہے۔ پس آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ ہر گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا ایک دور سلسلہ رہے جب چند سالوں میں ساری کتابیں مطالعہ کر لی گئی ہیں۔ پھر دوبارہ انہیں شروع کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔ ہر وقت ان کا ایک دور ہوتا رہے۔ اس کے بغیر ہم اس روحانی مقام کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ جو محض خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے حاصل کیا ہے۔

شیطانی غلبہ سے بچنے کا طریق

دوسری چیز جو میں اپنے دوستوں کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں شیطان کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ میرے جو بندے ہوں گے ان پر تو غلبہ نہیں پا سکتا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف سے شیطان کو یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ ان پر کبھی غلبہ نہیں حاصل کر سکے گا۔ اس چیلنج کو دیکھ کر انسان جو ضعیف اور کمزور ہے یہ خیال کرتا ہے کہ یہ چیلنج کیسے پورا ہو سکتا۔ اس کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی ہدایت کا ملنا بھی ضروری ہے۔ اور وہ ہدایت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہے۔ یہ ایک دیوار ہے جو شیطان اور خدا تعالیٰ کے بندوں کے درمیان کھڑی کر دی گئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہو تو شیطان انسان کے مقابلہ میں بہت طاقت ور ہستی ہے جو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میں تیرے بندوں میں دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے گھسوں گا اور انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر اگر انسان غلبہ حاصل کر سکتا ہے تو محض خدا تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں ہی کر سکتا ہے اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وہ ہتھیار ہے جو شیطان کے مقابلہ کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔

ایک خاص ذہنیت کی ضرورت

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کوئی منتر یا ٹونا نہیں کہ صرف منہ سے یہ فقرہ دہرا کر شیطان کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اگر ایک کروڑ دفعہ بھی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا جائے تو قطعاً یہ نہیں ہو سکتا کہ شیطان بھاگ جائے اور نہ ہی یہ کوئی تعویذ ہے جسے بازو پر باندھ لیا جائے یا کاغذ پر لکھ کر اسے گھول کر پی لیا جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک خاص ذہنیت کی ضرورت ہے جس کو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بندے کے اندر پیدا کر دیتا ہے اور جب وہ ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے تو شیطان انسان کے قریب نہیں آ سکتا اور وہ ذہنیت یہ ہے کہ ہر ایک انسان بڑا کمزور و ناتواں ہے لیکن خدا تعالیٰ بڑی طاقتوں والا ہے اس کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ ہمیں شیطان کے حملوں سے بچائے اور اس کے اندر یہ طاقت بھی ہے کہ وہ ہمیں بدیوں سے محفوظ رکھے۔ جب یہ ذہنیت انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اسے اپنی گود میں اٹھا لیتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھا ہو شیطان کا اس پر حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس طرح وہ اس ذہنیت کے پیدا ہونے کے نتیجہ میں شیطان کے حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایک بڑی اہم اور قیمتی دعا ہے جو آپ کے کام آئے گی۔

جب فرقان بٹالین کشمیر کے محاذ پر کام کر رہی تھی اس وقت مجھے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں محاذ پر جانا پڑا۔ جب میرا قیام ختم ہو گیا تو میں نے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر ان دنوں چونکہ لڑائی کا کام تھا اور لڑائی کے دنوں میں انسان کی ذہنیت تیز ہو جاتی ہے تو فوراً یہ خیال ہوا کہ سڑک ٹوٹی ہوئی ہے تو کیا ہوا نہر کی پٹڑی تو ہے۔ سرکاری نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہر کی پٹڑی سڑک کے ٹوٹے ہوئے حصہ سے پرے جا کر سڑک سے مل جاتی ہے۔ چنانچہ ہم سڑک کی بجائے نہر کے رستہ واپس ہوئے۔ دسول پہنچے کے قریب گیٹ بند تھا۔ لہٰذا ہمیں موٹر کو کھڑا کرنا پڑا۔ جب گیٹ کھلا تو موٹر فیل ہو گئی وہ سٹارٹ نہیں ہوتی تھی۔ ہمارے پاس ڈرائیور تھے اور نہ پٹڑی پر ٹریفک تھی کہ کسی آنے جانے والے کی مدد لی جا سکے۔ کاربوریٹر میں بہت کم گئی تھی جس کی وجہ سے وہ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہ دعا آئی کہ

بسم اللہ توکلت علی اللہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم

اور میں نے خیال کیا کہ بے شک اس وقت موٹر فیل ہو گئی ہے اور ہم میں طاقت نہیں کہ آگے سفر کے قابل کر سکیں مگر اللہ تعالیٰ بڑی طاقت ہے کہ وہ اسے کام کے قابل بنا دے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اس سے دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ ہمیں مصیبت سے نکال دے۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھ سے کوئی بات نہ کریں اور میں نے پوری توجہ کے ساتھ اس دعا کو پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد موٹر کو دھکا دیا گیا تو وہ سٹارٹ ہو گئی

(باقی صفحہ ۶ پر)

عقائدِ احمدیت اور اُن کی دس خصوصیات

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ؛ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

از حضرت مولانا ابو العطاء صاحب فاضل پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ

احمدیت کے معنے اس مسلک اور طریق کے ہیں ان عقائد اور اعمال کے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار کئے تھے۔ بالفاظ دیگر احمدیت اسلام کی صحیح تعبیر کا نام ہے۔ اس زمانہ میں بہت سے غلط عقائد اور غلط اعمال، اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے جا رہے تھے۔ اور ان عقائد کے قائل اور ان اعمال کے مرتکب اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں کا ایک فرقہ شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ضرورت پیش آئی کہ اسلام کے صحیح عقائد اور صحیح اعمال پیش کرنے والی نئی جماعت معرضِ وجود میں آئے۔ اس کا نیا نام ہو۔ اور یہ تحریک دوسری نام نہاد اسلامی تحریکوں سے امتیازی نام اختیار کرے۔ چنانچہ اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ تحریک احمدیت کو قائم کیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمالی نام احمدؐ کی طرف منسوب ہے۔ پس احمدیت ہی اسلام ہے اور احمدیت کے عقائد ہی حقیقی اسلامی عقائد ہیں۔

عقائد احمدیت حسب ذیل ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہی ایک خالق ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ ساری مخلوق میں ہمارا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی ہستی ثابت اور اس کی ہستی پر دلالت کے لئے معقولی دلائل کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا کلام ابتداء سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

(۳) تشریعی نبوت کا قرآن مجید پر خاتمہ ہوگیا۔ قرآن مجید وہ آخری اور کامل شریعت ہے۔ جو نسل انسانی کو دی گئی اس کے بعد کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔

(۴) غیر تشریعی رنگ میں الہام قرآن مجید کی ماتحتی میں ہمیشہ جاری رہے گا۔ جس کی اس کثرت پانے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتی نبی کا لقب پائیں گے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر امت میں نبی اور رسول بھیجے ہیں۔ انسانی ہدایت اور دنیا کے سب رسولوں کو سچا اور صادق اور منجانب اللہ ماننا اور ان کا احترام کرنا لازمی ہے۔

(۶) جن پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس لحاظ سے انبیاء میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کو دوسروں پر فضیلت بخشی ہے اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء پر کلی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اسی لئے آپ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ احمدیت کے نزدیک ہر نبی روحانیت کا ایک شگفتہ پھول ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام پھولوں کا مجموعہ اور گلدستہ ہیں۔ وہ سب اصحاب روحانیت کے ستارے ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس آسمان کے آفتاب ہیں۔

(۷) قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ آئندہ منسوخ ہوگی۔ ناسخ القرآن یا منسوخ فی القرآن کا عقیدہ سراسر باطل ہے۔ قرآن مجید کی جو آیات با ترتیب ہیں ان میں تقدیم و تاخیر جائز نہیں۔ قرآن مجید ام الکتب ہے۔ اور قرآن مجید کی زبان یعنی عربی ام الالسنہ ہے۔

(۸) قرآن مجید ہر صداقت کے پرکھنے کے لئے معیار اور کسوٹی ہے۔ جملہ احادیث نبویہ پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن ان میں تحریف اور دخل کی وجہ سے وہ بذاتہا معیار صداقت نہیں بلکہ قرآن مجید کی مطابقت میں قابل قبول ہیں۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر قول حجت اور واجب الاتباع ہے۔ اس سے انکار انسانی موجبِ تباہی ہے۔

البتہ احادیث نبویہ کی صحت معلوم کرنے کے لئے ہمارے نزدیک بنیادی محک قرآن پاک ہے جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہو اس پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ گویا قرآن قاضی ہے اور حدیث اس کے تابع ہے ہم کسی حدیث کو قرآن مجید پر قاضی نہیں مانتے۔

(۹) سب فرشتے معصوم ہیں۔ ان سے گناہ ناممکن ہے۔ فرشتوں کا نزول اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر زمانہ میں فرشتے نیک صحیح لوگوں پر اترتے ہیں۔ اور آج بھی خدا کے پاکباز بندے ان کی صحبت سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔

(۱۰) ہم سب انبیاء کو کلیۃً معصوم یقین کرتے ہیں۔ ہم ان تمام اسرائیلی قصوں کو غلط اور نادرست مانتے ہیں۔ جنہیں عام مفسرین نے تفاسیر میں درج کرکے انبیاء علیہم السلام کی شان کو عیب دار بنا دیا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک امام المعصومین ہیں۔

(۱۱) ہم قیامت کو برحق مانتے ہیں۔ اور جنت و دوزخ پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر ان کی حقیقت اور اس کی اس تفسیر سے مانتے ہیں۔ جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مذکور ہے ہم لوگوں کی من گھڑت تفسیروں کے پابند نہیں۔

(۱۲) مسلمانوں کی اصلاح کرنے اور اسلام کی صحیح تفسیر بیان کرنے کے لئے امت میں مجددین کا سلسلہ درست ہے ہر صدی میں مجدد ہوتے رہے ہیں اور اب اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو مسیح موعود اور مہدی معہود ٹھہرایا ہے۔ اور چونکہ مسیح موعود بطور غیر تشریعی نبی کے آنے والا تھا۔ اس کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے امتی نبی کا منصب عطا فرمایا ہے۔

(۱۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا فرض ہے۔ ختم نبوت کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ ختم نبوت کا مفہوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تمام کمالات پر دائمی مہر لگا دی ہے اور آپ اپنی فیض رسانی میں سب انبیاء سے بڑھ کر ہیں۔ گویا آپ افضل الرسل ہیں اور آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ ہاں آپ کی اتباع کی برکت سے قرآنی شریعت کے تابع امتی نبی ہو سکتے ہیں۔

(۱۴) خلافت کا نظام اسلامی قانون میں نبوت کے نظام کا لازمی جزو ہے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین علی الترتیب خلفاء برحق تھے۔ اور اس عہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ اول تھے۔ اور ان کے بعد ہمارے امام ہمام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خلیفہ دوم ہیں۔ جسمانی طور پر ہر نظام ... کو ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ گویا احمدیت اسلام کے دور اول کی صحیح یادگار ہے اور عقائد و اعمال میں عین اسلام ہے۔

(۱۵) قرآن مجید کی روشنی میں ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جسمانی طور پر تمام انبیاء وفات پا چکے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ نہیں۔ روحانی طور پر تمام نبی زندہ ہیں۔ اور اس پہلو سے سب سے بڑھ کر زندگی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ کی حیات جسمانی کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان و منقبت کے مخالف ہے اور اس سے امت محمدیہ کے خیر الامم ہونے پر داغ لگتا ہے۔ اسی سے عیسائیوں کی بے جا تائید ہوتی ہے۔ غرض حیات مسیح عیسائیوں اور اکثر موجودہ مسلمانوں کا مشترکہ عقیدہ ہے احمدیت نے حضرت مسیح کی وفات کے عقیدہ کو بنیادی چٹان کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۱۱) ہم مذہب ہو کسی قسم کے جبر و تشدد کے قائل نہیں۔ مذہب کی بنیاد دلیل و برہان پر ہے۔

یہ تمام عقائد احمدیت کے عقائد میں داخل ہیں۔ انہی پر تحریک احمدیت قائم ہے۔ اور انہی عقائد کی اشاعت احمدیوں کا نصب العین ہے۔ آپ اگر ان پر ذرا سا بھی تدبر فرمائیں گے۔ تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ عقائد نہایت معقول ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے اسلام دنیا پر غالب آ سکتا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کے یہی عقائد ہیں۔ ان کے مخالف عقائد ہرگز اسلامی نہیں۔ اس امر کے پرکھنے کا آسان طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ غیر مسلموں کے سامنے ایک مرتبہ غیر احمدی عقائد پیش کریں۔ ان سے مقابلہ کریں۔ انہیں اسلام میں شمولیت کی دعوت دیں اور دوسری مرتبہ احمدیت کے عقائد کے ساتھ غیر مسلموں کے سامنے پیش ہوں۔ ان کا مقابلہ کریں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ آپ اس موازنہ سے خود بخود اندازہ لگا لیں گے کہ کون سے عقائد ہیں جو کفر پر غالب آتے ہیں اور کون سے عقائد ہیں۔ جن پر کفر غالب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ کہ اللہ نے اس رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا دین تمام دوسرے دینوں پر غالب آ رہا ہے۔ اب اس معیار کی رو سے ایک دردمند مسلمان خود جائزہ لے سکتا ہے۔ کہ فی الواقع کون سے عقائد قرآن اور اسلام کے مطابق ہیں۔ اور کون سے عقائد ایسے ہیں جو بے بنیاد طور پر قرآن کی طرف منسوب ہیں۔ حالانکہ وہ قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ یہ معیار نہایت واضح اور فیصلہ کن ہے۔ آپ اس کے رو سے احمدی اور غیر احمدی عقائد کو پرکھ لیں۔

اب ہم ذیل میں احمدیت کے عقائد کی دلکش خصوصیات مختصر طور پر ذکر کر دینا بہتر سمجھتے ہیں:-

اوّل۔ عقائد احمدیت اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کی توحید قائم رہتی ہے اور کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔

دوم۔ ان عقائد سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت نمایاں ہوتی ہے۔ اور آپ کی فضیلت جمیع انبیاء پر واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

سوم۔ ان عقائد سے تمام نبیوں کی عزت قائم ہوتی ہے۔ سب کی معصومیت کا اعلان ہوتا ہے۔ اور سب پر ایمان لانا ضروری قرار پاتا ہے۔

چہارم۔ ان عقائد سے تمام اہل مذاہب میں صلح کی بنیاد پڑتی ہے اور محبت اور احترام باہمی مذاہب کے ذریعے امن عالم قائم ہوتا ہے۔

پنجم۔ ان سے حکومتوں اور رعایا کے تعلقات اچھے ہو کر مستقل امن اور آشتی دنیا میں قائم ہو جاتی ہے۔

ششم۔ ان عقائد سے قرآن پاک کی حقیقی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

ہفتم۔ ان عقائد کو اختیار کرنے اور نظام خلافت کی سلک میں منسلک ہونے سے جماعت مومنین میں کامل اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

ہشتم۔ ان عقائد سے ملائکہ کا صحیح مقام ظاہر ہوتا ہے۔ اور ان پر لگائے گئے الزامات کی تردید ہو جاتی ہے۔

نہم۔ ان عقائد سے انسان کے اخلاق اور اعمال کی درستی ہوتی ہے۔ اور ان میں اخوت و مساوات کی بنیاد پڑتی ہے۔

دہم۔ ان عقائد سے مومن کو زندہ کتاب اور زندہ رسول کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی الحی القیوم ہستی پر کامل یقین پیدا ہو کر اس سے ذاتی تعلق پیدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کے اعمال موجود بننے کے لئے ادعا کو کس کر یہ یقین روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اور انسان کی ستیاطفتہ اور مقرب بارگاہ الٰہی بن جاتا ہے۔ جو انسانی تخلیق کا مقصد ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

زندہ خدا کی زندہ تجلیات

(بقیہ صفحہ ...)

میں تمام رات بستر ہی پر دعا میں مشغول رہا۔ اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ اور مولوی صاحب کی حالت جاتی رہی۔ کبھی بہتری۔ یہاں تک کہ ہم رتن باغ لاہور پہنچ گئے۔ اور مولوی صاحب کو گھر ہی میں لٹا دیا۔ پھر بھی مولوی صاحب اس وقت تک گرداب سے نہ نکلے۔ جب تک کہ ایک ماہر سرجن نے انہیں بچنے کے قابل نہ بنا دیا۔ اب دیکھو اس دعا کی برکت تھی کہ ہم باوجود خطرناک بیمار ہونے کے رسول ہیڈ سے لاہور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور مولوی صاحب کام کرنے کے قابل نہیں تھے۔ سو یہ دعا بڑی بابرکت دعا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ میں یہ دعا آپ کو بتا دوں۔ تا آپ بھی روزمرہ زندگی میں اس سے فائدہ حاصل کریں۔

بنی نوع انسان کی خدمت کا سچا جذبہ پیدا کرو

تیسری چیز جو میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل جماعت احمدیہ کو موقعہ دیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ تعلق پیدا کر سکیں۔ وہ ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے کہ بنی نوع انسان کی اتنی مدد کرو کہ اور کسی انسان نے نہ کی ہو۔ آنحضرت صلعم کی سیرت کا ایک واقعہ اس پر وضاحت سے روشنی ڈالتا ہے بدر کی جنگ کو خدا تعالیٰ نے فرقان سے تعبیر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ کفر اور ایمان میں فرق کرنے والا دن ہے۔ اور یہ نام ہے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے دیا ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے کفر کی طاقت کو توڑ دیا۔ اور اسلام کے نام کو امتیاز کے ساتھ قائم کیا۔ ایک طرف کفار اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اور اپنے ساز و سامان کی مدد سے مسلمانوں کو قلیل تعداد میں (سمجھ) رہے تھے۔ اپنے زعم میں صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے آئے تھے۔ اور دوسری طرف وہ صحابہ تھے۔ جو کمزور اور ناتوان تھے۔ تعداد میں کم تھے اور ان کے پاس کفار کے مقابلہ میں جنگی سامان بھی نہیں تھا۔ ان میں سے اکثر کو کفار نے طرح طرح کی تکلیفیں دی تھیں۔ غرض بدر کے روز صحابہ کی حالت کفار کے مقابلہ میں بہت زیادہ کمزور تھی۔ اور ظاہری حالات ان کی مقابلہ کی شکست ہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر نازل کئے اور انہیں کہا اس قوم کی مدد کرو۔ اور مقابل لشکر پر اسے فتح اور کامرانی حاصل کرا دو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی مدد سے اس دن مسلمانوں نے باوجود قلیل التعداد ہونے اور بے سرو سامان ہونے کے کفار پر فتح حاصل کی۔ اور خوشی سے مسلمان پھولے نہ سماتے۔ لیکن اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک کونہ میں دعا میں مصروف تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک صحابی نے دیکھا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ دن تو خوشی کا ہے رونے کا نہیں۔ اور آپ رو رہے ہیں۔ اللہ نے آج اپنے وعدوں کو پورا کر دیا ہے اور دشمنان مکہ کے سرداروں کو آپ کے قدموں میں لا رکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ بیشک خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے اور ہمیں کفار کے مقابلہ میں عظیم الشان فتح نصیب کی ہے۔ لیکن کاش یہ لوگ اس دن سے پہلے ایمان لے آتے اور ان کا یہ حشر نہ ہوتا تو یہ کیفیت تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی۔ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ہی آپ کو فرمایا۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کہ شاید تو اس وجہ سے کہ کفار ایمان نہیں لائے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ یہی محبت اور جذبہ بنی نوع انسان کے لئے ہر مسلمان اور ہر احمدی کے دل میں پیدا ہونا چاہئے۔ اس کے بغیر احمدیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ جہاں کہیں بھی ہم ہوں ہمارا دل اس وجہ سے کڑھتا رہنا چاہئے کہ یہ لوگ سچائی پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ کیوں اس سے دور بھاگ رہے ہیں۔ وہ کیوں اس سچائی کو نہیں دیکھتے۔ جس کا اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت کے نتیجہ میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو دنیا ہماری بات سننے پر مجبور ہو جائے گی اور اس کے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ جب آپ بنی نوع انسان کی مدد کا سچا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں اور اس جذبہ کے تحت انہیں احمدیت کے قریب کرنے کی کوشش کریں اگر آپ اس جذبہ کے تحت تبلیغ کریں گے اور جب تک وہ لوگ ایمان نہ لائیں آپ کا دل کڑھتا رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش میں برکت دے گا۔ اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ وہ سب لوگ آپ کی باتوں کو سنیں گے اور احمدیت کے نور سے منور ہونے کے لئے اپنے آپ کو اس جماعت سے وابستہ کریں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کی ہے۔ اور اسی میں بنی نوع انسان کی نجات ہے۔

روزنامہ الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۲۷ دسمبر ۱۹۵۲ء

شانِ مصلح موعود

— (از محترمہ نسیم سیفی صاحبہ لیگوس) —

اے منکرِ مصلح موعود ادھر دیکھ
اک جلوۂ خوش رنگ بصد شعلۂ تر دیکھ
تابانیٔ صد مہر در آغوشِ سحر دیکھ
آ احمدِ ہندی کے گلستاں کا ثمر دیکھ
ظلمت میں یہ گم گشتگیٔ راہ کہاں تک
ایمان کے بدلے حشم و جاہ کہاں تک

وہ جس کی نگاہوں میں ہیں انوارِ حقیقت
وہ جس کے اشاروں میں ہیں اسرارِ حقیقت
وہ جس کے خیالات ہیں گلزارِ حقیقت
وہ جس کی ہر اک بات ہے اظہارِ حقیقت
وہ جس کی جبیں رشکِ مہ و انجمِ افلاک
وہ جس کی نظر سینۂ فطرت کو کرے چاک

ہر لمحۂ ہستی ترا مرہونِ فغاں ہے
کیوں دل ترا ناواقفِ ہر سود و زیاں ہے
کیوں رازِ عیاں تیری نگاہوں سے نہاں ہے
کیوں پرتوِ حسنِ ازلی تجھ پہ گراں ہے
مفقود ہے کیوں پاسِ حیا تیری نظر سے
کیوں بغض و عداوت ہے تجھے فضلِ عمر سے

وہ احمدِ مرسل کا مثیل اور خلیفہ
وہ جس میں احسان میں ایثار میں یکتا
وہ جس کی ہر اک سانس ہے [illegible]
دیکھا ہے زمانے نے اثر جس کی دعا کا
وہ جس کی ہر اک بات میں شامل ہے مشیت
وہ جس کو میسر ہے فرشتوں کی اعانت

آ دیکھ محمود کی پُر کیف فضا دیکھ
ذروں کے جلو میں بھی ہے جلووں کی ضیا دیکھ
گر حق سے میسر ہے تجھے دیدۂ وا دیکھ
محمود کے پیکر میں ہے اک شانِ خدا دیکھ
رحمت کی ہے گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی سی
اک برقِ الم سوز ہے لہرائی ہوئی سی

ہاں ہاں وہی محمود ہے موعودِ زمانہ
اسرار و حقائق کا وہ بھرپور خزانہ
وہ جس کی رضا فضلِ الٰہی کا بہانہ
باطل کا ہر اک جوش بنا جس سے نشانہ
وہ جس نے جہاں بھر کے اسیروں کو رہائی
ہاں ہاں وہی محمود ہے "فرزندِ گرامی"

میخانۂ اسلام میں چھلکی ہے مئے ناب — چمکا ہے سرِ طور پھر اک جلوۂ بیتاب
پرتو سے بنا مہر ہر اک ذرۂ بے آب — ملحوظ رکھائے عشق ذرا حسن کے آداب

تُو اور یہ دعویٔ ثنا خوانیٔ محمود
تُو اور یہ اندازۂ تابانیٔ محمود

ہدیۂ عقیدت

— از امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ شمیم —

مسیحِ محمدؐ کے روشن ستارے
متاعِ گراں اے خزینے ہمارے
[illegible]
تو اے قوم و ملت کی آنکھوں کے تارے
فدا مال و جاں اور تصدق ہے عزت
جو پا جائیں ادنیٰ سے تیرے اشارے
وہ بد بیں حاسد جو منہ تیرے آئے
گئے دو جہاں سے وہ قسمت کے مارے

خدا تیرا حامی ہے ملت ہے شیدا
محمدؐ کے پیارے خدا کے دلارے
تری [illegible] میں تو ڈوبا نہ سورج
مخالف، منافق نے سب داؤ مارے
ہمیں ذات پر تیری سو ناز آقا
یہ کشتی چلی اپنی تیرے سہارے
جوانی نے تیری بنایا [illegible]
تو پیری نے بھی [illegible]

تیری ذاتِ اقدس نعیمِ جناں ہے ۔ تیرے باغِ عرفاں کا ثانی کہاں ہے

انما الاعمال بالنیات

اعمال انسانی کا دارومدار نیتوں پر ہے

مومن اور کافر کے اعمال میں ایک نمایاں فرق یہ ہوتا ہے کہ مومن جو کام بھی کرتا ہے خواہ وہ فطری اور طبعی ضروریات سے ہی متعلق ہو اس کی نیت اسے موجب ثواب بنا دیتی ہے۔ مثلاً ایک مومن روزہ رکھنے کے لئے سحری کھاتا ہے۔ وہ جہاں بھوک مٹانے کے لئے کھاتا ہے تو اس کی نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ میں کھانا اس لئے کھا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا یعنی تم سحری کے وقت کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو۔ جب وہ اس حکم کے مطابق کھاتا پیتا ہے اور حرام مطعومات اور حرام مشروبات سے پرہیز کرتا ہے تو وہ گو اپنی طبعی حاجت کو پورا کر رہا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کھانا بھی عبادت اور اس کے لئے موجب قرب ہوتا ہے۔ مگر کافر کو دیکھئے کہ وہ بھی کھاتا ہے مگر جیسے جانور کھاتے ہیں ویسے ہی کھاتا ہے اسے کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے متعلق فرماتا ہے یاکلون کما تاکل الانعام والنار مثوی لھم کہ وہ کھاتے ہیں جیسے چارپائے کھاتے ہیں۔ اور ان کا ٹھکانا آگ ہوگی۔ غرض ایک ہی کام کو ایک مومن کرتا ہے لیکن اپنی نیت کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور کافر نیت کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نماز پڑھنا ایک نیک کام ہے۔ مگر جو شخص محض دکھاوے کے لئے نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اس کے لئے ویل اور ہلاکت ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی خاطر نماز ادا کرتا ہے اس کا نماز پڑھنا موجب قرب ہوتا ہے پس عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

مسلم ترمذی کی ایک روایت بھی اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ شفی اصبحی جو حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ گیا اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ میں ان کے سامنے قریب ہو کر جا بیٹھا۔ جب وہ حدیثیں بیان کر چکے اور وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اور اسے خوب سمجھا اور یاد رکھا ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کیوں نہیں میں وہ حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمائی تھی جسے میں نے سمجھا اور یاد رکھا ہے۔ اتنا کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ ذرا افاقہ ہوا تو پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی تھی اور ہم دونوں کے سوا اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اتنا کہا اور پھر آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور جب ہوش میں آئے تو اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میں آپ کو وہ حدیث سناتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنائی اور میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان میں بیٹھے تھے یہ کہا اور ایسے سخت بیہوش ہوئے کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ پھر دیر تک میں نے انہیں ٹیک دے رکھی۔ جب ہوش میں آئے تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا تو سب سے پہلے تین اشخاص کو بلایا جائے گا۔ ایک وہ جو قرآن مجید کا حافظ تھا۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہوا۔ تیسرا شخص وہ ہوگا جو دنیا میں مالدار تھا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قاری قرآن سے پوچھے گا۔ بتاؤ کیا میں نے تمہیں اس کتاب کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی۔ وہ جواب دے گا ہاں اے میرے رب۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا بتاؤ تم نے کیا عمل کیا۔ وہ جواب دے گا کہ میں نے رات دن کے مختلف اوقات میں اسے پڑھا۔ اور لوگوں کو سنایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا۔ فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو نے قرآن مجید پڑھا مگر اس نیت سے کہ تا لوگ تجھے کہیں کہ تو بڑا اچھا قاری ہے سو لوگوں نے تجھے ایسا کہہ دیا اور تو نے اپنی نیت کا اجر پا لیا۔

اسی طرح صاحب مال سے اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا۔ تو وہ جواب دے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے مال دیا اور میں نے صلہ رحمی کی اور صدقہ و خیرات کرتا رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا اور فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا تو نے میری رضامندی حاصل کرنے کے لئے یہ مال خرچ نہیں کیا تھا بلکہ اس لئے کہ تا لوگ تجھے سخی کہیں۔ سو تو نے اپنی نیت کے مطابق دنیا میں اجر پا لیا۔

پھر اس شخص سے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارا گیا ہوگا دریافت کیا جائے گا تو وہ جواب دے گا۔ اے میرے خدا! تو نے جہاد کا حکم دیا تھا اور میں تیرے راستے میں لڑا یہاں تک کہ میں قتل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا اور فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ رب خلاق یہ فرمائے گا تو اس لئے لڑا تھا کہ تا لوگ تجھے کہیں تو بڑا بہادر ہے سو لوگوں نے تجھے دلیر اور بہادر کہہ دیا اور تو نے اپنی نیت کا اجر پا لیا۔ ابوہریرہؓ نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہی تین شخص ہوں گے جو سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

شفی اصبحی نے یہ تمام باتیں جب حضرت معاویہؓ کو سنائیں تو انہوں نے کہا جب ان تینوں کا یہ حال ہوا تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ کہہ کر معاویہ رو پڑے کہ دیکھنے والے یہ خیال کرنے لگے کہیں وہ مر ہی نہ جائیں۔ جب وہ رونے سے رکے اور منہ چہرہ پر پونچھا تو کہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ قرآن مجید میں وارد ہے۔ من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ اولئک الذین لیس لھم فی الاٰخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا وباطل ما کانوا یعملون۔ یعنی جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں اسی دنیا میں پورا پورا دے دیتے ہیں اور کوئی کمی نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ہوگا اور ان کے دنیا کے تمام اعمال ضائع اور بے کار اور بے نتیجہ ہوں گے۔

پس میں جلسہ میں شامل ہونے والے دوستوں سے عرض کروں گا کہ وہ آنے سے پہلے سفر کی تیاری کرتے وقت نیت کریں تا وہ اس سفر کے برکات اور ثواب سے پورے طور پر متمتع ہو سکیں۔ میں ایسے دوستوں کی خاطر جلسہ سالانہ کے وہ اغراض جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(۱) حضور اپنے اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"اس جلسہ کا بڑا مطلب یہ بھی ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع

مبارک ہیں وہ دوست جو اس مقدس اجتماع میں شمولیت کے لئے سفر کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا کا اہل اور مستحق بناتے ہیں:۔

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

علم اور معرفت ترقی پذیر ہو۔"

(۲) پھر فرماتے ہیں۔

"صرف طلب علم اور منفعت

اعلاءِ اسلام اور ملاقات دوستان

کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا ہے۔"

(۳) اور فرماتے ہیں۔

"ماسوا اس کے اس جلسہ میں

یہ ضروریات میں سے ہے کہ

یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی

کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں

کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ

اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام

قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے

ہیں ...... یہ وہ امر ہے جس

کی خاص تائید حق اور اعلاء

کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی

بنیاد تو اپنے خدا تعالیٰ نے اپنے

ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے

لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب

اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس

قادر خدا کا فعل ہے جس کے آگے

کوئی بات انہونی نہیں۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(۴) اشاعتِ حقائق کے تاثر کا ذکر کرتے ہوئے اس جلسہ

کا یہ مقصد بیان فرماتے ہیں

"حق اور سچ تمام دوستوں کو

محض لِلّٰہ ربانی باتوں کے سننے کے

لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے

اور اس جلسہ میں ایسے حقائق

اور معارف کے سنانے کا شغل

رہے گا جو ایمان اور یقین اور

معرفت کو ترقی دینے کے لئے

ضروری ہیں۔"

(۵) اور فرماتے ہیں۔

"ایک عارضی فائدہ ان جلسوں

کا یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک سال میں

جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں

داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ

پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں

کا منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی

ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف

ترقی پذیر ہو گا۔"

پس جلسہ سالانہ کی ان اغراض کو

پیش نظر رکھتے ہوئے جو اس جلسے کے بانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر

فرمائی ہیں جلسہ سالانہ پر آنے والے دوست

اپنے دلوں میں نیت کریں کہ وہ جلسہ سالانہ

میں شمولیت کے لئے اس لئے سفر اختیار

کر رہے ہیں۔

(۱) کہ وہ خلیفہ وقت جانشین حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی پُر از معارف و

حقائق تقریروں کو باطمینان سنیں گے اور آپ

کی بیان فرمودہ نصائح پر عمل کرنے کی انشاء اللہ

سے توفیق چاہیں گے اور اپنے ایمان

اور اخلاص اور محبت کو ترقی دیں گے۔

(۲) اپنا تمام وقت دینی معلومات حاصل

کرنے اور اسلام کی ترقی کی جو تجاویز بتائی

جائیں گی (جیسی علمی جامعہ پھیلانے کے لئے

حق الامکان امداد اور جماعت میں تقاوی کی

روح پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

(۳) اور اپنے احمدی بھائیوں سے

روشناس ہونے اور آپس میں رشتہ محبت

اور تعارف بڑھانے کی حتی الامکان کوشش

کریں گے اور ایک دوسرے سے تائیدات

الٰہیہ کے واقعات سن کر اپنے ایمانوں کو تازہ

اور قوی کریں گے۔

پس ہمارے پیارے اور محترم دوست

جلسہ میں شمولیت کے لئے آئیں اور بصد شوق

آئیں اور جتنی زیادہ تعداد میں آسکتے ہوں

آئیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ دیکھیں

کہ اس نے کس طرح مخالفوں کی شدید مخالفت

کے باوجود اپنے مامور کی زمین میں قبولیت

پھیلائی اور انسانی قلوب میں اس کی محبت

ڈالی۔

۱۸۹۱ء میں جب اس جلسہ کی بنیاد ڈالی

گئی۔ اس وقت حاضرین جلسہ کی تعداد صرف

۷۵ تھی اور مخالفت کا طوفان نوروں پر تھا۔

ظاہر پر نظر رکھنے والے یہ تصور بھی نہیں

کر سکتے کہ یہ سلسلہ مخالفت کی تند و تیز موجوں

سے بچ نکلے گا اور اتنی ترقی کرے گا کہ اس

کی شاخیں زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گی

مگر اب وہ اپنی جماعت کے مرکز میں آئیں اور

افریقہ اور انڈونیشیا۔ چین اور جزائر مالک

اور امریکہ و یورپ وغیرہ ممالک کے احمدی

باشندے دیکھ کر اپنے ایمان کو تازہ کریں

اور یقین رکھیں کہ وہ وقت قریب آرہا ہے

جبکہ ہمارے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے

والے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور

کروڑوں ہوں گے اور دنیا کے مختلف

ممالک اور مختلف قوموں کے گروہ در گروہ

اس میں شمولیت کے لئے آئیں گے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سے اس الہام میں وعدہ کیا ہے۔ فرمایا

"انی حاشر کل قوم یأتونک

جنباً۔ انی انرت مکانک تنزیل

من اللہ العزیز الرحیم"

کہ میں ہر ایک قوم میں سے گروہ

تیری طرف بھیجوں گا۔ میں نے تیرے

مکان کو روشن کیا۔ یہ اس خدا کا

کلام ہے جو عزیز اور رحیم ہے

(اربعین ۳ صفحہ ۳۳)

مبارک ہیں وہ دوست جو اس حقیقی

اجتماع میں شمولیت کے لئے سفر کی مشقتیں اور

صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور وہ بچے آپ کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا

کا اہل اور مستحق بناتے ہیں۔ حضرت اقدس

اپنے اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء میں جلسہ سالانہ

پر آنے والے احباب کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ

کے لئے سفر اختیار کریں خدا ان کے

ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے

اور ان پر رحم کرے اور ان کی

مشکلات اور اضطراب کے حالات

ان پر آسان کر دے اور ان کے

ہم و غم دور فرمائے اور

ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت

کرے۔ اور مرادات کی راہیں ان پر

کھول دے اور روز آخرت میں

اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے

جن پر اس کا فضل اور رحم ہے

اور تا اختتام سفر ان کے بعد

ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے

ذوالمجد والعطاء اور رحیم

اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں

قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں

پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ

ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے"

خلافت کی عظیم الشان برکات

مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی

"مجھے ان لوگوں کی باتوں پر تعجب آتا ہے جو چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر خلافت جاتی رہی تو یہ لوگ ہر خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے اور اس کے بعد بُری طرح ذلیل ہو جائیں گے پھر وہ محرومی میں یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح ہو گئے اور سب گمراہ ہونے میں برابر ہو گئے" (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳)

قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس بھیجنے کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جائے بلکہ نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے اور ایک نئی زمین اور نئے آسمان کی بنیاد رکھے۔ لیکن اس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہمیشہ سے سنت چلی آئی ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں کو یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔ نظام خلافت میں نبی کے کام کی تکمیل کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی مدنظر ہوتی ہے کہ تا یہ دکھا دے کہ نبی کی وفات کے وقت نبی کی نئی جماعت کو لگتا ہے جو ایک ہولناک زلزلہ سے کم نہیں ہوتا اس میں جماعت کو سنبھالنے کا انتظام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی امر کو نہایت لطیف رنگ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"سو خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔" (الوصیت صفحہ ۶)

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول یا نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا ازسرنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا؟ اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے...... ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ لکھا ہے۔ انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ" (الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے یہ محض خالی نظریہ نہیں بلکہ اس کے عملی شواہد بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس ہولناک اور خطرناک فتنہ سے بے خبر نہیں ہو گا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رونما ہوا تھا۔ اس وقت بیشتر قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اور بعض نے سرے سے اسلام کو چھوڑ کر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کی پیروی اختیار کر لی۔ وہ خلافت کے خلاف بغاوت کی کھلی کھلی دھمکیاں دینے لگے اور خلیفہ کے احکام کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات، قلت انصار اور کثرت اعدائے دین کے باعث مسلمانوں کی حالت حضرت عبداللہ بن مسعود کے الفاظ میں بکریوں کے اس ریوڑ کی سی تھی جو بے حد تاریک [illegible] صحرا میں سردی کی رات کو بغیر چرواہے کے رہ جائے۔ اس وقت ارتداد اور بغاوت کی کثرت اور طوفان اور صراط مستقیم سے کھلے بندوں انحراف اور شدید ہیجان و اضطراب کی وجہ سے جزیرہ عرب ایک آتش فشاں پہاڑ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

اس نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک صاحب عزم اور کامل الایمان شخص حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کیا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو چکے تھے اور حضرت عمر جیسے شخص تلوار کھینچ کر کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ حضرت صدیق ہی کی شخصیت تھی جس نے مسلمانوں کو سنبھالا دیا اور جبکہ سارا عرب ارتداد کی مہیب آگ میں جل رہا تھا آپ نے مرتدین کے مقابلہ میں جو جہاد کی کارروائی کی اور جس بے نظیر عزم و ہمت اور ثبات قدم و جرأت کا ثبوت دیا [illegible]۔ اس نے خلافت کی اہمیت کو روز روشن کی طرح آشکار کر دیا۔ غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا المناک حادثہ اور دیگر قبائل عرب کی بغاوت کا روز افزوں خطرہ حضرت صدیق کے عزم و ارادہ سے دور ہو گیا اور آپ اسلام کی کشتی کو خوفناک بھنوروں کے درمیان سے سلامتی کے ساتھ نکال کر لے گئے۔

خلافت درحقیقت ایک بہت ہی بابرکت نظام ہے۔ جو نبی کی وفات کے بعد اس کے کام کو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے قائم رکھتا ہے۔ نبی کے سپرد اللہ تعالیٰ نے جو فرائض کئے ہیں ان کا خلاصہ وہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ یعنی نبی کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آیات لوگوں پر پڑھے۔ ان کا تزکیہ نفس کرے انہیں کتاب شریعت اور اس کی حکمت کی تعلیم دے۔ نبی اپنے وقت میں ان فرائض کی بجا آوری نہایت احسن طریق سے کرتا ہے۔ لیکن اس کی وفات کے بعد یہ کام سوائے خلیفہ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ پس خلافت دراصل ایک چشمہ ہے جس سے [illegible]

ہمیں ضرور سوچنا چاہئے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر صرف ہمیں ہی اس نعمت سے سرفراز کیا ہے تو کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم اس نعمت کی پوری طرح قدر کریں اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم خلافت کے دامن سے اپنے آپ کو زیادہ مضبوطی سے وابستہ کر لیں ...... اور بصورت دیگر

کے سوتے ہو گئے امت کی مچھلی کو ہر وقت سیراب کرتے رہتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ چشمہ خشک ہو جائے تو امت کی مچھلی بھی دم کے دم میں نڈھال و بے سدھ ہو جاتی ہے۔

خلافت کی برکات کو خدا تعالیٰ نے ایک اور آیت میں یوں بیان فرمایا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون (سورۃ نور)

یعنی تم میں سے ان مومنوں سے جو نیک کام بجا لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ مقرر کرے گا جیسا کہ ان سے پہلی امتوں میں خلیفہ بنا دیا ہوں اور پھر ان خلفاء کے لئے ان کو جو دین پسندیدہ ہے اس کو تمکنت اور عظمت بخشے گا اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن عطا کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے جو شخص اس کے بعد اس انعام کے ہوتے بھی انکار کرے گا اور اس نعمت کی ناقدری کرے گا وہ یقیناً اللہ کا مجرم ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی برکت سے دین کو تمکنت اور عظمت حاصل ہوتی ہے۔ امت کو امن نصیب ہوتا ہے اور لوگ نہایت آزادی اور بے خوفی سے خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لا سکتے ہیں۔

جب ہم خلافت راشدہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کس قدر وضاحت اور صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ وہ خلفاء دنیا میں منصور و مظفر رہے۔ ان کے وقتوں میں اسلام کو قوت و شوکت نصیب ہوئی۔ ان کے عہد میں خوف امن سے بدل گیا۔ ان کی کوششوں سے اسلام ہزاروں میل دور تک پھیلا۔ لاکھوں بت خانے اللہ کی مسجدوں سے بدل گئے۔ انہی نے قرآن کو اطراف عالم میں پہنچایا۔ اسلام کے اعداء نے ان کے آگے گردنیں خم کیں۔ زور و قوت پر مذہب کی حقیقت کا مدار ماننے والے ان کا لوہا مان کر اسلام کی حقیقت کے قائل ہوئے۔ اسلام کو زندگی ان سے ملی۔ قرآن کی حفاظت ان کی وساطت سے ہوئی۔ غور کرنے کی بات ہے۔ کیا یہ برکات خلافت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے حاصل ہو سکتی تھیں؟ ہرگز نہیں۔

خلافت کی ایک عظیم الشان برکت یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ وحدت قومی اور اتحاد ملی قائم ہوتا ہے۔ اس دنیا میں تو ہمیں کامیابی کے لئے اتحاد سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں۔ اور اسلام نے اس قوت کے لئے خلافت کو مرکز قرار دیا ہے۔ جب تک خلافت راشدہ قائم رہی۔ اہل اسلام ایک سلک میں منسلک رہے۔ ان کا قدم ہر میدان میں ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ بڑی بڑی باجبروت بادشاہتیں ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس قوت و طاقت کے نشہ میں چور کمزور و بے حقیقت مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گئیں۔ لیکن اسی اتحاد کی برکت سے جو محض خلافت کی وجہ سے اہل اسلام میں قائم ہو چکا تھا انہوں نے ان پر ہیبت سلطنتوں اور بادشاہتوں کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔ اور نہایت بے خوفی سے ان کے مقابل میں صف آرا ہو کر ان کے جاہ و جلال کا چراغ ہمیشہ ہمیش کے لئے گل کر دیا۔ لیکن جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے خلافت کی عظیم الشان نعمت کو کھو دیا۔ تو وحدت ملی بھی پارہ پارہ ہو گئی۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ قوت و شوکت بھی خاک میں مل گئی۔ جو خلافت کے دوران میں انہیں حاصل تھی۔ صدر اول کے مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا تھے۔ کہ خلافت مسلمانوں کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ جس کے بغیر انسانی جسم بے کار رہ جاتا ہے چنانچہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورشیں برپا کرنی شروع کیں۔ تو اس وقت ایک صحابی نے نہایت درد بھرے الفاظ کے ساتھ یہ اشعار کہے تھے۔

عجبت لما یخوض الناس فیہ
یرومون الخلافۃ ان تزولا
ولو زالت لزال الخیر عنہم
ولاقوا بعدھا ذلا ذلیلا
وکانوا کالیہود او النصاریٰ
سواء کلھم ضلوا السبیلا

یعنی مجھے ان لوگوں کی باتوں سے تعجب ہوتا ہے۔ جو چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر خلافت جاتی رہی۔ تو یہ لوگ ہر خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے اور اس کے بعد پوری طرح ذلیل ہو جائیں گے۔ پھر وہ گمراہی میں یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سب گمراہ ہونے میں برابر ہوں گے۔ (تاریخ ابن اثیر جلد ۳)

خلافت کی ایک اور عظیم الشان برکت جس کا خیال آتے ہی خلافت سے کامل طور پر وابستہ رہنے والے شخص کا دل لذت اندوز ہونے لگتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خلیفہ کی صورت میں مومنوں کو ایک ایسا وجود میسر آ جاتا ہے۔ جو ہر دم ان کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور سراپا ملتجی رہتا ہے۔ اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس امر کو نہایت ہی لطیف رنگ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"دیکھنے والوں کو تو یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہوگی۔ کہ کئی لاکھ کی جماعت پر حکومت مل گئی۔ مگر خدا را غور کرو کیا تمہارے آقاؤں میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے۔ یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے؟ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں۔ ایک بہت بڑا فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا۔ تمہاری محبت رکھنے والا۔ تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا۔ تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا۔ تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں۔ تمہارا اسے فکر ہے۔ درد ہے۔ اور وہ تمہارے لئے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔"

(برکات خلافت ص)

دیگر ابتلاؤں سے قطع نظر جماعت پر پچھلے سات سال میں دو عظیم الشان ابتلا آ چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ابتلا ایسا تھا جو جماعت کی ہستی کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم کرنے والا تھا۔ ایک ۱۹۴۷ء کا قیامت خیز انقلاب اور دوسرا ۱۹۵۳ء کی ہولناک شورش۔ ان دونوں موقعوں پر تنظیم اور خلافت کی برکت اور جماعت کے پیارے امام کی شبانہ روز کی دعائیں ہی تھیں۔ جنہوں نے جماعت کو نہ صرف تباہی و بربادی سے محفوظ رکھا۔ بلکہ اسے پہلے سے بھی کہیں زیادہ ترقی کرنی نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے وقت ہمارا سارا اثاثہ بیشتر جائیداد اور سب سے بڑھ کر ہمارا مقدس مرکز قادیان ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ قتل و غارت کا ایک بازار گرم تھا۔ اور کسی قافلہ کا صحیح و سلامت پاکستان پہنچنا ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ ان دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جس بیقراری کی حالت میں تھے۔ اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے ان ایام میں حضور کی زیارت کی ہے۔ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام۔ بالآخر آپ کی راتوں کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا۔ تمام احمدی بعافیت پاکستان پہنچ گئے۔ اپنے مرکز سے اکھڑی ہوئی جماعت ایک اور مرکز میں جم گئی۔ اور آج احمدیت کا قافلہ پہلے سے بھی زیادہ شان کے ساتھ رواں دواں ہے۔

جماعت احمدیہ کے لئے ۱۹۵۳ء کی شورش بھی ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز حالات سے کسی طرح کم نہ تھی۔ احمدیت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے کوئی تدبیر نہ تھی۔ جو بروئے کار نہ لائی گئی ہو۔ سارا پنجاب آتش فشاں پہاڑ بنا ہوا تھا۔ لاہور آگ اور خون کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ لاہور کے ایک ایک احمدی کی نظروں کے سامنے موت گردش کر رہی تھی۔ اور ان میں سے کسی کو بھی اپنی زندگی کا یقین نہ تھا۔ اس وقت اگر کسی چیز نے انہیں یقینی موت سے نجات دی۔ تو وہ ان کے پیارے آقا کی نیم شبی دعائیں ہی تو تھیں۔

سوچنے کی بات ہے۔ کہ کیا دنیا کے پردہ پر کسی اور قوم کو بھی کسی ایسے لیڈر کی خدمت میسر ہے۔ جو اس کے لئے اس طرح رات دن مضطرب و بے قرار رہتا ہو۔ اور اپنے پیروکاروں کی سلامتی اور بہبود کے لئے خدا تعالیٰ سے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے۔ تو پھر ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر صرف ہمیں ہی اس نعمت سے بہرہ ور کیا ہے۔ تو کیا ہمارا بھی فرض نہیں۔ کہ ہم اس نعمت کی پوری طرح قدر کریں۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ ہم خلافت کے دامن سے اپنے آپ کو اور زیادہ مضبوطی سے وابستہ کر لیں پھر ہی ہم اس خدائی وعید کے مصداق ثابت ہوں گے۔ لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

مسیح پاک کے مہمانوں کی آمد

از محترم عبد السلام صاحب اختر ایم۔اے

مُبارک! اے مسیحِ پاک تیرے در کے متوالے
تیرے دَر پر متاعِ قالب و جاں لے کے آئے ہیں

یہ شمعِ حق کے پروانے۔ یہ دردِ عشق کے بندے
دلوں میں گرمیٔ شوقِ فراواں لے کے آئے ہیں

خدا کا وعدہ "یَاْتُوْنَ" ایفا ہو رہا ہے آج
یہ ابراہیمؑ کی طبعِ مسلماں لے کے آئے ہیں

مبارک! اِن مقدس مہمانوں کی وفاکیشی
حضورِ عشق کیا کیا ساز و ساماں لے کے آئے ہیں

الٰہی فضل تیرا۔ نورِ ایماں کے خزینوں پر
الٰہی سایۂ رحمت مکانوں پر مکینوں پر

تعالیٰ اللہ! وہ نورِ مسیحِ مہدیٔ دوراں
کہ جس سے آج اک عالم درخشاں ہوتا جاتا ہے

دِلوں میں جس قدر عرفاں کی ظلمت بڑھتی جاتی ہے
یہ عالم اور تاباں اور تاباں ہوتا جاتا ہے

میں سچ کہہ دوں کہ اس کو بے حقیقت جاننے والا
خود آج اپنی حقیقت پر پشیماں ہوتا جاتا ہے

ضیائے مہر سے انوارِ پنہاں کھلتے جاتے ہیں
چمن میں خندۂ گُل سے چراغاں ہوتا جاتا ہے

یقیں سمجھو کہ ظلمت میں اجالا ہونیوالا ہے
خُدا شاہد ہے اُس کا بول بالا ہونیوالا ہے

اور اک سال چلا جاتا ہے

حرفِ والعصر کی تفسیر لئے
وقت برق آسا بڑھا جاتا ہے
اَن گنت سالوں کے ماضی کی طرف
اور اک سال چلا جاتا ہے

ہر نئی صبح کو اک شام ملی
دوپہر روز نئی ڈھلتی رہی
زندگی ایک ہی رفتار کے ساتھ
صفتِ سیلِ رواں چلتی رہی

ہم اگر تھک کے ٹھہر جائیں تو کیا
یہ شب و روز ٹھہر جاتے ہیں
فرصتِ فکر ملے یا نہ ملے
یہ مہ و سال گزر جاتے ہیں

عرصۂ دہر میں کیا اپنے لئے
آخرِ سال خبر لایا ہے
کر کے میزان ذرا دیکھیں تو
ہم نے کیا کھویا ہے کیا پایا ہے

غم نہیں کوئی خسارہ کا اگر
بزمِ ایمان و عمل گرم رہے
صدق اور صبر تواصوا کی ہے شرط
لب پہ حق بات ہو دل نرم رہے

عبد المنان ناہید

ہے ہم پر فاش زِ سرتا پا تُو جس کو راز سمجھتا ہے
ہم اس کو حقیقت جانتے ہیں لیکن تُو مجاز سمجھتا ہے
سب بال و پر تو نوچ لئے ہیں اشکبار کے ناخن نے
اے مرغِ اسیرِ حرص و ہوا تُو کیا پرواز سمجھتا ہے
جب گیتِ وفا کا چھوٹ گیا اور دل کا تار بھی ٹوٹ گیا
بس ایک کھڑاگ سا باقی ہے تُو جس کو ساز سمجھتا ہے

مقامِ بشریت

روشن دین تنویر

جبریل

آنکھ میں برقِ مسرت پاؤں میں زنجیرِ رقص
نقش کردی ہے فضا میں تو نے کیا تصویرِ رقص

آج سے پہلے کبھی ایسا سماں دیکھا نہیں
تجھ کو اے ابلیس اتنا شادماں دیکھا نہیں

کیا قبولیت تری توبہ کو حاصل ہوگئی؟
پائے آدم سے جبیں تیری بھی واصل ہوگئی؟

ابلیس

واہ اے جبریل تیری سادگی بھی ہے غضب
عفو کو سمجھا ہے میری شادمانی کا سبب

صورتِ آدم نہیں سودا مرا سودائے خام
شعلہ زادوں کو ہے استغفار اور توبہ حرام

کیا خبر کچھ تجھ کو میری کامرانی کی نہیں؟
ہے مرے پاؤں پر اب مغرور آدم کی جبیں

خاک کیا آتش مری پتھر کو کر دیتی ہے آب
سوختہ دم سے مرے موجِ ہوا مثلِ حباب

سائے کی مانند اس کی روح پر چھایا ہوں میں
اپنی رہ پر اس کو آخر کار لے آیا ہوں میں

دیدۂ انساں نابینا بھی ہے بینا بھی ہے
سنگریزے میں شرر بھی جلوۂ سینا بھی ہے

امتیازِ فرقِ نور و نار کھو سکتا ہے یہ
کچھ کا کچھ اک لمحہ میں کم بخت ہو سکتا ہے یہ

آگیا میری جھپٹ میں اس کی دانش کا چراغ
دیکھتا ہے قعرِ دوزخ میں جناں کے سبز باغ

کچھ نہ تھے نمرود کیا شداد کیا فرعون کیا!
میری صنعت گاہ کے دو چار سانچوں کے سوا

ڈھل گئیں اقوام کی اقوام ان سانچوں میں آج
روح میری بولتی ہے لاتعد ڈھانچوں میں آج

میں نے جادو سے ہے ایسا دام پھیلایا ہوا
ہر بنی آدم ہے اس میں خود بخود آیا ہوا

آنکھ اٹھا کر دیکھ اے جبریل مغرب کی طرف
میری فوجیں صف بہ صف آتش بہ پا آتش بکف

سوئے مشرق بھی نگاہِ خورد بیں بھیج کے دیکھ لے
کیا قیامت ہیں یہ مٹی کے کھلونے دیکھ لے

میں نے وطنیت کا ایسا بت تراشا ہے عجیب
چار سو جس کی پرستش کا تماشا ہے عجیب

دوسرا میں نے تراشا ہے تجارت کا صنم
تیسرا فنِ سیاست میں شرارت کا صنم

یونہی میں نے بت تراشے ہیں ہزار اقسام کے
خوبصورت خوشنما حلقے ہیں میرے دام کے

اور تھا آدم ازل میں آج آدم اور ہے
دیکھ لے خود اپنی آنکھوں سے یہ عالم اور ہے

جا خدا سے کہہ نہیں دنیا میں اب کوئی ترا
چند ناداں اور سادہ لوح بندوں کے سوا

جا خدا سے کہہ ذرا اپنے خلیفہ کو تو دیکھ
یہ وہی آدم ہے کیا اپنے صحیفے کو تو دیکھ؟
دیکھ لے تو ہی بڑا اب کون ہے آدم کہ میں
لائقِ سجدہ بتا اب کون ہے آدم کہ میں؟

کیا کہا ہے تو نے! کیا سودائے آدم خام ہے؟
یہ سمجھتا ہے تو پھر تیری خرد کا کام ہے

بے تجلی تیری کسی سے جز ترے پنہاں نہیں
ایسی مشعل کا دھواں ہے تو کہ جو سوزاں نہیں

تو سمجھتا ہے کہ بجھ سکتا ہے پھونکوں سے چراغ
میں سمجھتا ہوں کہ خلل ہو گیا تیرا دماغ

آہ اے ناآشنائے رازِ "جاعل"
یہ جہاں ہے اک نوائے سازِ "انّی جاعل"

سامنے آدم کے تیرا ماجرا کچھ بھی نہیں
تو ہے اک نغمۂ فغاں اس کے سوا کچھ بھی نہیں

لغزشِ پائے بشر ہے یہ شباب پائی تیری
اک خاک بینی ہے اسکی نقش آرائی تری

آدمی تیرے پکڑنے کے لئے اک دام ہے
تو ہے کیا، اسکی فقط اک کوشش ناکام ہے

علمِ اسما ہے خبر تیرا نہیں میرا نہیں
حق ہے دمسازِ بشر تیرا نہیں میرا نہیں

شانِ بشریت اعزازیلی و جبریلی نہیں
میرے تیرے فہم سے یہ چیز بالا ہے کہیں

پاؤں میں سب کو مسلتی جا رہی ہے خاک یہ
تو نہ کیا مجھ کو نگلتی جا رہی ہے خاک یہ

مشرق و مغرب میں برپا یہ جو ہنگامہ ہے آج
مرغِ بسمل کاتبِ تقدیر کا خامہ ہے آج

اس کا مطلب ہے کہ پختہ تر ہو مینائے وجود
تیز تر رنگوں میں ہو تقویمِ ہستی کی نمود

کچھ نہ پوچھ آدم کی مٹ مٹ کے بنا جاتا ہے یہ
اور اپنی گتھی کو آپ کھا جاتا ہے یہ

درہم و برہم کبھی ہوتا ہے جب نظمِ جہاں
پھر نئے تعمیر ہوتے ہیں زمین و آسماں

زلزلے اس واسطے آتے ہیں موجودات میں
مضطرب ہے چشمۂ آبِ بقا ظلمات میں

عذر ہے غرقابیٔ فرعون موسےٰ کے لئے
ابراہیمؑ اٹھتا ہے آتش خانۂ نمرود سے

ہوتا ہے پیدا جہاں میں صاحبِ لولاک جب
مٹتے ہیں لاکھوں ابوجہل اور کروڑوں بولہب

حاملِ بارِ امانت ہے تو پتلا خاک کا
ہے محافظ ہے خدا اپنے کلامِ پاک کا

جب نگاہوں سے ذرا چھپتے ہیں نورانی اصول
عرش سے ہوتا ہے ارواحِ مقدس کا نزول

ابر کے پردے میں جب آتا ہے خورشیدِ ہدیٰ
چھو لینے لگتا ہے جب انسان اپنا مدعا

اپنے اک بندے کو کرتا ہے خدا مامور پھر
ایک ذرہ خاک کا بنتا ہے کوہِ طور پھر

دور میں لاتا ہے پھر وہ بادۂ عرفاں کا جام
دوڑتے ہیں اسکی جانب میکشانِ تشنہ کام

سانس سے اس کی پگھل جاتا ہے سنگِ آذری
سرمدی نغموں سے بھر جاتا ہے سازِ سامری

سلسلہ یہ ختم ہو سکتا نہیں اے بے خبر
آدمی نعمت یہ کھو سکتا نہیں اے بے خبر

ہوتے ہیں پیدا مسیحا دم جہاں میں باربار
تاکہ ہو سینوں میں بنیادِ ہدایت استوار

گو ثریا پر بھی چڑھ جائے یہ اللہ کا کلام
پھر زمیں پر کھینچ لاتا ہے اک احمد کا غلام

شورشِ حاضر خدا کی قدرتوں کا ہے ظہور
گاہے گاہے تار کا بہروپ بھر لیتا ہے نور

تجھ کو اپنی قوتوں پر ناز ہے بے فائدہ
خودستائی کا یہ تیرا ساز ہے بے فائدہ

بت ترشتے ہیں ترے سب ٹوٹ جانے کے لئے
بلبلے اٹھتے ہیں آخر پھوٹ جانے کے لئے

موج دریا میں چلی جاتی ہے بل کھاتی ہوئی
پتھروں کو چاٹتی ساحل سے ٹکراتی ہوئی

دام ہیں بے بود تیرے مثلِ تارِ عنکبوت
یہ تیری صنعت ہے تیرے کھوکھلا پن کا ثبوت

گر پڑیگی یہ تجارت کی چٹانیں ایک دن
ٹوٹ جائیں گی سیاست کی کمانیں ایک دن

وطنیت کا طنطنہ نابود ہو گا دیکھنا
شعلۂ انسانیت بے دود ہو گا دیکھنا

میں ازل سے دیکھتا ہوں دمبدم تیرا زوال
سجدۂ آدم سے جھٹکا را ہے اے ناداں محال

صحبتِ آدم سے تو بھی باخدا ہو جائیگا
رفتہ رفتہ شاملِ اہلِ صفا ہو جائیگا

مان لے گا تو کسی دن آج گو انکار ہے۔
چپقلش آدم سے پیہم، تیرا استغفار ہے۔

"محمدیم"

از مکرم شیخ عبدالقادر صاحب
چوبرجی پارک لاہور

بائیبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک صحیفہ "نشید الانشاد" یا "غزل الغزلات" کے نام سے ملتا ہے جس کے معنے ہیں غزلیات میں سے عمدہ ترین غزل۔ اس غزل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ جس کا ہر ہر لفظ دلکش مگر درد انگیز ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محبوب کا نام "محمدیم" وارد ہوا ہے جس کے معنے ہیں۔
"محمد ۔ صاحب عظمت"

بائیبل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک صحیفہ "نشید الانشاد" یا "غزل الغزلات" کے نام سے ملتا ہے۔ جس کے معنے ہیں غزلیات میں سے عمدہ ترین غزل۔ یہ غزل حضرت سلیمان علیہ السلام کی غزلوں میں سے ایک ممتاز غزل ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ کلام ملتا ہے۔ اس غزل کا ہر ہر لفظ دلکش مگر درد انگیز ہے۔ اس غزل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے محبوب کا نام "محمدیم" وارد ہوا ہے۔ جس کے معنے ہیں محمد صاحب حشمت۔ یہ عجیب بات ہے کہ بائیبل کے جو صحائف زمانہ کی دستبرد اور حوادث کا شکار ہوتے۔ ان میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا کلام بھی ہے۔ لیکن خارق عادت طور پر آپ کی وہ غزل محفوظ رہ گئی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی وارد ہوا ہے۔ یہ غزل آپ کی صداقت پر روشن دلیل اور ایک محفوظ و سالم بشارت ہے۔ سلاطین میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی غزلیں ایک ہزار پانچ تھیں (سلاطین ۱ ۳۲)

اس مقام پر مقدس بائیبل میں جو حاشیہ دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ سب غزلیں زمانہ کی دستبرد کی شکار ہو گئیں سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس خاص غزل کے جو غزل الغزلات کہلاتی ہے۔ دیکھو مقدس بائیبل حاشیہ ص ۳۵۰)

یہ وہ غزل ہے جس میں محبوب سلیمان کا اسم محمد نگینے کی طرح چمک رہا ہے۔ ایک روایت کی رو سے زمانہ نبوی میں چند ایک یہودی غزل الغزلات میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور آپ کا اسم گرامی پڑھ کر ایمان لے آئے۔ اس پر یہودی علماء کو اس پیشگوئی کے الفاظ پڑھنے سے روکا گیا۔ لیکن یہودی علماء آپ کے اسم گرامی کو کبھی تو لوگوں سے چھپاتے۔ اور کبھی غلط ملط کرکے اور طرح پڑھ دیتے۔

انصاف سے حق کی یہ کوشش آج بھی جاری ہے۔ ڈاکٹر ٹسڈل نے ایک کتاب Mohamadan objections to Christianity کے نام سے لکھی ہے۔ جس کا ترجمہ "اعتراض المسلمین مع جوابات" کے نام سے عیسائیوں نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں غزل الغزلات کی مذکورہ بشارت کے متعلق ڈاکٹر ٹسڈل یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس میں وارد ہونے والا لفظ محمدیم یہ ظاہر نہیں کرتا کہ اس میں کسی آنے والے محمد نامی موعود کی پیشگوئی ہے۔ یہ اسم نکرہ ہے نہ کہ اسم خاص۔ جس طرح عربی کے مادہ "حمد" کے مشتقات عام طور پر مستعمل ہیں۔ ویسے ہی یہ لفظ عبرانی عربیت کے ساتھ عبرانی میں مستعمل ہے۔ بائیبل میں یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ "اگر ان تمام مقامات کا مطالعہ کیا جائے۔ جہاں یہ لفظ یا مادہ حمد کی صورت میں وارد ہوا ہے۔ تو آپ پر خود روشن ہو جائیگا کہ اس لفظ کو "محمد" نام سے کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔"

ڈاکٹر ٹسڈل کے نزدیک مسلمانوں کا استدلال زبان عبرانی سے ناواقفیت کا ایک نتیجہ ہے (ص ۱۲۵)

پادری ڈبلیو گولڈ سیک اپنی کتاب "حضرت محمد اور کتب مقدسہ" میں لکھتے ہیں کہ غزل الغزلات میں لفظ محمد نہیں بلکہ محمدیم ہے۔ یہ جمع ہے اس لئے یہ کسی خاص شخص کا نام نہیں ہو سکتا۔ (ص ۲۳)

ان اعتراضات کے جواب دینے سے قبل غزل الغزلات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عظیم الشان بشارت پائی جاتی ہے۔ اس کی وضاحت ضروری ہے۔

غزل الغزلات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کشفی رنگ میں ان کے اس محبوب کا جلوہ دکھایا گیا جو کہ سب محبوبوں سے افضل ہے۔ آپ اس کا حسن و جمال دیکھ کر والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دیدار ہونے کے بعد اسے نہ پا کر اس کی فرقت میں بے قرار نظر آتے ہیں۔ آپ کی ہر رات اپنے محبوب کے انتظار میں گزرتی ہے فرماتے ہیں

(۱) "رات کے وقت میں نے اپنے پلنگ پر اسکو ڈھونڈا جس کو میری جان پیار کرتی ہے۔ میں نے اس کو ڈھونڈا پر نہ پایا۔ (۳/۱)

(۲) "میں سوتی ہوں پر میرا دل جاگتا ہے دیکھو میرے محبوب کی آواز ہے جو کھٹکھٹاتا ہے کہ میرے لئے دروازہ کھول۔ میری محبوبہ میری پیاری میری پاکیزہ" (۵/۲)

(۳) "میرے محبوب نے اپنا ہاتھ سوراخ میں سے بڑھایا اور میرے دل کو اس کی طرف جنبش ہوئی تب میں اپنے محبوب کے لئے کھولنے کو اٹھی ..... میں نے اپنے محبوب کے لئے کھولا لیکن میرا محبوب مڑ کے چلا گیا۔ اس کے بولنے سے میں بے چین ہو گئی میں نے اس کو ڈھونڈا پر نہ پایا میں نے اسکو بلایا پر اس نے جواب نہ دیا ..... اے یروشلم کی بیٹیو! میں تمہیں قسم دیتی ہوں اگر تم میرے محبوب کو ملو تو اسے بتلا دینا کہ میں بیمار عشق ہوں۔" (۵/۸)

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان کو کشفی رنگ میں آنے والے عظیم موعود کے ظاہری و باطنی حسن و جمال کا نظارہ دکھایا گیا جیسے کہ لکھا ہے۔

"تیرے محبوب کو دوسرے محبوبوں پر کیا فضیلت ہے ..... کہ تو ہمیں ایسی قسم دیتی ہے؟"

اس سوال کے جواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب کے محامد اور محاسن یوں بیان کرتے ہیں جیسے ان کا محبوب ان کی نظروں کے سامنے ہے

(۱) "میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ دس ہزار کے درمیان جھنڈے کی طرح ممتاز ہے (یا دس ہزار میں تم اسے پہچان لوگے لاطینی ولگیٹ ترجمہ اس کو مرغا [illegible]) ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوے سی سیاہ۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں۔ جو پانیوں کی نہروں پر دودھ میں غسل کر کے تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کے پشتوں کی مانند ہیں۔ اس کے لب سوسن ہیں جن سے خالص مُر ٹپکتا ہے۔ ..... اس کا منہ از بس شیریں ہے (دیکھئے وہ نہایت درجہ شیریں کلام ہے) وہ مجسم (سراپا) عشق انگیز ہے) اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا محبوب اور یہ میرا پیارا ہے۔" (۵/۱۶)

(۲) "میری کبوتری میری پاکیزہ نظیر ہے۔ وہ اپنی ماں کی اکیلی بیٹی ہے اور اپنی والدہ کی لاڈلی۔ بیٹیوں نے اسے دیکھا اور اسے مبارک کہا۔ بیگمات اور حرموں نے اسے دیکھا اور اس کی تعریف کی۔ یہ کون ہے جس کا ظہور صبح کی مانند ہے جو حسن میں ماہتاب اور نور میں آفتاب اور علمدار لشکر کی مانند مہیب ہے۔" (۶/۱۰)

(۳) "اے میری پیاری تو سراپا جمال ہے تجھ میں کوئی عیب نہیں ..... تو باغوں میں ایک چشمہ ہے آب حیات کا چشمہ" (۴/۱۵)

اس بشارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جہاں اپنے محبوب سے غائت درجہ عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں وہاں اس کی بعض خاص خاص نشانیاں بتا کر چند ایسے جامع مطلع کر دیتے ہیں تاکہ حق کے طالب اور سعید الفطرت انسان ان صفات سے متصف موعود کو پا کر پہچان سکیں۔ یہ بشارت صبح امروز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا محبوب سب محبوبوں سے افضل یعنی افضل الانبیاء ہے۔ وہ دس ہزار قدسیوں میں جھنڈے کی طرح ممتاز ہے وہ نہایت درجہ شیریں کلام ہے۔ وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے وہ آفتاب و ماہتاب کی طرح شان جمال دکھلانے والا ہے اسے جنگیں کرنا پڑیں گی۔ اور اس کی ہیبت اور اسکے رعب سے دشمن خوف سے لرزاں

چونکہ اسے مبارک کہا جائے گا۔ اور اس کی تعریف کی جائے گی۔ یہ سب علامات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر حرف بحرف صادق آتی ہیں۔ ان نشانات میں سے بعض حضرت آپ کے وجود با جود سے خاص ہیں۔ سلسلہ انبیاء میں آپ ہی کا وجود ایسا ہے جس کے متعلق اور یہیں ہی کے صحیفہ میں (دیوتا ۱ پ) ملک دیو (حزقل ۵ وکت ۲۷ فقرہ ۱) میں اور روایات میں (۱ کہا) گیا ہے خبر دی گئی کہ آنے والا عظیم موعود دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئیگا فتح مکہ کے دن پورے دس ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے علا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بتایا کہ وہ دس ہزار میں جھنڈے کی طرح ممتاز ہے۔ پھر آپ کا یہ نشان کہ آنے والا موعود سب نبیوں سے افضل ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور کسی نبی کو یہ دعوے نہیں کہ وہ سلسلہ انبیاء کا کعبہ مقصود اور ان کا افضل ترین فرد ہے۔

ایک اور نشان بھی جو آپ سے خاص ہے یہ ہے کہ اس بشارت میں حضرت سلیمان اپنے محبوب کے لئے

"دودی دزہ دعتی"

کے عبرانی الفاظ لائے ہیں

یعنی یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔ دودی کے معنے محبوب کے بھی ہیں اور چچا کے بھی۔ چنانچہ لغات عبرانی جو کہ پادری ولیم ہوپر نے مرتب کی ہے۔ اس میں دود کے معنے محبوب اور چچا کے لکھے ہیں (دیکھو) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ حضرت سلیمان کا منشا یہ ہے کہ ان کا محبوب بنی اسرائیل میں سے مبعوث نہ ہوگا۔ بلکہ اسرائیل کے چچا اسمٰعیل کی نسل میں سے ہوگا۔

دوسرا لفظ اپنے محبوب کے لئے "دعے عی" استعمال کرتے ہیں جس کے معنے بائیبل میں "دوست اور ہمسایہ" کے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ سلیمان کا محبوب ان کا ہمسایہ ہے۔ ملک شام کے ساتھ عرب کا ملک ملا ہوا ہے۔ اس لئے محمدیم کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جب یہ بتایا گیا

سراپا محمدیم

سب سے بڑا انکشاف محبوب سلیمان کا یہ بتایا گیا کہ وہ سراپا محمدیم ہے گویا محبوبیت کی ساری شان کا وہ حامل ہے۔ عبرانی الفاظ ہیں

"وکلو محمدیم"

یعنی وہ سراپا محمد عظیم ہے۔ عبرانی میں اسماء کے آخر میں یم نشان عظمت ہے۔ جیسے الوہ خدائے واحد کا نام ہے پھر اسے الوہیم کہا گیا۔ یہاں یم مطلق طور پر شان عظمت کی علامت ہے (ملاحظہ ہو جیوش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ الوہیم) الغرض "کلو محمدیم" کہہ کر بتایا کہ محبوب سلیمان ہر لحاظ سے محمد ہے۔ اپنے نام کے لحاظ سے، اپنی صفات اور حسن تام کی مناسبت سے تعریف مجسم ہے۔ ان دو لفظوں میں آپ کا نام بھی آ گیا۔ اور آپ کے نام کی معنوی عظمت اور حسن و خوبی کی طرف بھی توجہ دلا دی گئی۔ چنانچہ غزل کے شروع ہی میں ہے

"تیرا عشق مے سے بہتر ہے
تیرے عطروں کی خوشبو لطیف ہے
تیرا نام عطر ریختہ ہے
اس لئے کنواریاں (دوشیزہ)
تجھ پر عاشق ہیں ..... وہ
سچے دل سے تجھ پر عاشق
ہیں"

پیکس تفسیر بائیبل "تیرا نام عطر ریختہ ہے" کی تشریح میں لکھتا ہے۔ کہ یہاں نام کے لئے جو لفظ استعمال ہوا اس سے مراد کوئی لقب نہیں بلکہ ایسا نام ہے جو محبوب سلیمان سے خاص اور اس سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ عبرانی میں نام اور عطر کے لئے ایک ہی آواز کے الفاظ لا کر نام اور عطر میں ایک لطیف تعلق اور مناسبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح عطر ریختہ اپنی ذاتی خوشبوؤں کا منبع ہے۔ اسی طرح محبوب سلیمان کا نام بھی جانے کے بعد عطر کی طرح خوشبودار اور فضاؤں کو معطر کرنے والا ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ محمد نام اپنی معنوی حیثیت سے بھی بانداز معشوقانہ حسن اور جمال و عظمت کا حامل ہے۔

غزل کے پہلے حصہ میں محبوب سلیمان کے نام کی تعریف کی گئی۔ نام بتایا نہیں گیا تھا انتظار کی لذت پیدا کی گئی۔ آگے چل کر بھی نام نہ بتایا جاتا تو عشاق تڑپتے رہ جاتے دوسرے حصہ میں وہ نام بتا دیا گیا۔ جو کہ پاکیزہ الفاظ [illegible]

محبت کا نقطہ مرکزی ہے۔ یہ نام جو کہ بجائے خود حسن و خوبی کا حامل اور عشق و محبت کی لطیف تر خوشبوؤں سے گندھا ہوا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میرے محبوب کا نام جانے کے بعد عطر کی طرح مشام جان کو معطر کرنے والا ہے محمدی شان میں اشعار کے قصیدہ لکھنے کے یہ اشعار اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں ؎

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

محمدیم کی لغوی تشریح

عربی کی طرح عبرانی میں بھی "محمد" کا مادہ "حمد" ہے۔ پادری ولیم ہوپر کی لغات عبرانی میں اس روٹ کے نیچے معنے چاہنا، پسند کرنا، آرزو کرنا دیئے ہیں اور لفظ محمد (מחמד) کے معنے دیئے ہیں "جیسے کوئی چاہتا ہو"

جب یہ لفظ جمع کے صیغہ میں استعمال ہو تو اس کے آخر میں یم بڑھا کے جمع بنا لی جائے گی اور محمدیم کے معنے ہونگے مرغوب چیزیں۔ لیکن جب لفظ "محمدیم" کسی ایک انسان کے لئے استعمال ہو تو یم جمع یا کثرت کی نہیں بلکہ علامت شان و عظمت بن جائے گی۔ کیونکہ عبرانی کے مسلم قاعدہ کی رو سے اگر کسی اسم کے ساتھ فعل بصیغہ واحد موجود ہو یا اسکے لئے ضمیر واحد کا استعمال کیا گیا ہو تو لفظیں وہ اسم بظاہر جمع کی شکل میں ہو تو بھی واحد ہوگا۔ اور اس میں علامت یم تعظیم و شان کے لئے ہوگی۔ جیسے الوہیم کے ساتھ فعل بصیغہ واحد اور ضمیر واحد ہو تو معنے خدائے واحد کے ہوں گے۔ جہاں الوہیم بھی جمع ہے اور اسکے لئے فعل اور ضمیر بھی جمع کی ہے۔ تو وہ خدائے واحد کے معنوں میں نہیں بلکہ جھوٹے معبودوں اور دیوتاؤں وغیرہ کے معنوں میں ہوگا۔

آیت زیر بحث میں حضرت سلیمان کا محبوب ایک ہے ساری غزل میں اس کے لئے فعل اور ضمیر بصیغہ واحد موجود ہے لہذا محمدیم میں یم جمع و کثرت کی نہیں بلکہ علامت شان و عظمت ہے۔

اور کیوں یاد نہیں خود لفظ محمدیم سے پہلے عبرانی لفظ "مُستقیم" آیا ہے۔ جو یم بظاہر جمع کی ہے۔ لیکن ترجمہ صیغہ واحد میں کیا گیا۔

"محمد کا نام سب سے زیادہ شیریں ہے"

دیکھئے کہ بائیبل بعینہ اسی طرح جو کہ سلیمان کا محبوب ان کے نزدیک سب محبوبوں سے خوبصورت اور ہر ایک سے افضل تھا (دیکھئے غزل ۵) اس لئے اس کے نام کے ساتھ یم عظمت و شان کی ڈال کر کے محمدیم کر دیا گیا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اسی لغوی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے بائیبل کے تراجم میں اس لفظ کا ترجمہ کیا گیا۔ یم مستقل طور پر عظمت کی سمجھی گئی۔ نہ کہ کثرت و جمع کی علامت۔ محمدیم کا ترجمہ

(۱) عام انگریزی تراجم میں ہے
"Altogether lovely"
(۲) ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن میں
"Altogether desirable"
(۳) ڈاکٹر ناکس کی کیتھولک بائیبل میں
"All beautiful"
(۴) موفاٹ کے ترجمہ بائیبل میں
"All a delight"
(۵) اردو تراجم میں ہے
"سراپا عشق انگیز"

یہ سب تراجم ظاہر کرتے ہیں کہ محمد کے معنے تعریف مجسم اور سراپا حسن و خوبی کے ہیں اور یم عظمت کا نشان ہے گو اسماء کا ترجمہ کرنا ایک اصولی غلطی ہے لیکن ان تراجم کی روشنی میں یہ اعتراض تو ہباءً منثورا ہو جاتا ہے کہ چونکہ محمدیم جمع ہے۔ اس لئے یہ کسی خاص شخص کا نام نہیں ہو سکتا۔

اب ڈاکٹر ڈوڈل کا اعتراض کہ محمدیم کے معنے مسرت و خوشی کے ہیں یہ اسم نکرہ ہے نہ کہ اسم خاص قابل توجہ ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محمدیم کے معنے محض مسرت و خوشی کے نہیں ہیں بلکہ ایسے شخص کے ہیں جو کہ تعریف مجسم اور عشق انگیز ہو۔ حضرت سلیمان کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

"وہ نہایت ہی شیریں دہن ہے
ہاں وہ سراپا محمدیم ہے۔
یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا جانی"

فرمائیے یہاں مسرت و خوشی کو مخاطب کیا گیا یا ایسے شخص کو جو سراپا حسن و خوبی ہے۔ اور جس کے ساتھ حضرت سلیمان کی مسرت و خوشی وابستہ ہے۔

باقی یہ بحث کہ اس غزل میں "محمدیم" اسم خاص نہیں بلکہ اسم نکرہ ہے۔ اس لئے یہ کسی کا ذاتی نام نہیں۔ بلکہ محض اس کی صفات کا اظہار ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "کلو محمدیم" کے الفاظ لا کر یہ بتایا گیا کہ محبوب سلیمان ہر لحاظ سے

علا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور یہ مدینہ میں آپ کے آنے سے ساڑھے آٹھ برس بعد کا ذکر ہے۔ (بخاری شریف کتاب المغازی)

علا یقیاوی نبیین حصہ اول از مولانا عبدالحق ص ۳۲۵، ۳۲۴

دنیا میں آسمانی بادشاہت کے قیام کا آخری مرحلہ

بائبل کی رُو سے ۱۹۱۴ سنہ عیسوی اور اس کے بعد کے زمانے کی اہمیت

(مسعود احمد)

مسیح کی آمد ثانی کے بعد زمین پر آسمانی بادشاہت قائم ہونے کا آخری مرحلہ ۱۹۱۴ء میں شروع ہونا تھا۔ سو اس کا آغاز ہوئے ۴۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور آسمانی بادشاہت بجائے خود مسیحیوں کے دروازوں تک آ پہنچی ہے۔ مسیح کے سچے متبعین کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھروں کے دروازے کھول دیں۔ تا وہ بادشاہت ان کے گھروں میں داخل ہو کر انہیں اس رسالت سے ہمکنار کرے۔ اگر انہوں نے اپنے دروازے نہ کھولے تو یاد رکھیں کہ مسیح کو رد کرنے میں یہود نامسعود کے ساتھ وہ بھی برابر کے شریک ٹھہریں گے۔

مسیح کی آمد ثانی کے عقیدہ کو عیسائیت میں ابتداء ہی سے بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تمام عیسائی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے حواری یہ گمان کرتے تھے کہ آپ فلسطین سے ایک مرتبہ ہجرت کرنے کے بعد جلد ہی دوبارہ فلسطین میں واپس تشریف لے آئیں گے۔ اور اس طرح آپ کے دوبارہ ارض مقدس میں واپس آنے سے ہی وہ تمام پیشگوئیاں جو آمد ثانی کے متعلق آپ کے اقوال اور فرمودات میں ملتی ہیں پوری ہو جائیں گی لیکن ان کا یہ خیال درست ثابت نہ ہوا۔ اور مسیح علیہ السلام فلسطین سے ہجرت کر جانے کے بعد دوبارہ واپس تشریف نہیں لائے چنانچہ اس پر ابتدائی مسیحیوں نے اس امر پر غور کرنا شروع کیا کہ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بائبل اور خود مسیح کے اپنے اقوال میں جو پیشگوئیاں ملتی ہیں۔ ان کا مطلب کیا ہے۔ اور ان کا کب اور کس رنگ میں پورا ہونا مقصود ہے۔ چنانچہ اسی دور میں یوروپ اور ایشیا میں ہو رہی کے زیر اثر مسیح کے آسمان پر جانے اور پھر دوبارہ اسی جسم کے ساتھ آخری زمانہ میں آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ تراشا گیا۔ جو بالآخر مسیح کو الوہیت کا درجہ دینے کا موجب بنا۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام فلسطین سے ہجرت کر جانے کے بعد اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کی تلاش میں کشمیر چلے آئے تھے اور بالآخر یہیں وفات پا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے تھے۔ اور آپ کی آمد ثانی سے متعلق تمام پیشگوئیاں آخری زمانے میں ایک اور برگزیدہ وجود میں پوری ہونی مقدر تھیں۔

آمد ثانی کا زمانہ

اس وقت ہمیں اس امر سے بحث ذاتی مقصود نہیں ہے کہ مسیح علیہ السلام کس طرح کشمیر پہنچے۔ اور یہاں انہوں نے بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کو راہ راست پر لا کر اپنی رسالت کا حق کیونکر ادا کیا۔ یہ ایک علیحدہ اور مستقل مضمون ہے۔ جس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس وقت ہم اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ خود مسیحی حضرات بائبل کی پیشگوئیوں پر غور کرنے کے بعد اس بارے میں کس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ کب ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عیسائی حضرات کی طرف سے قدیم زمانے سے لے کر اب تک جتنی کتب شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کتب میں انیسویں صدی کے نصف آخر کو مسیح کی آمد ثانی کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسے ہی بے شمار مصنفین میں سے ایک امریکہ کے مسٹر رتھرفورڈ Mr J. F. Rutherford ہیں۔ انہوں نے اپنی متعدد کتب میں احبار، یسعیاہ اور دانیال وغیرہ صحیفوں میں درج شدہ پیشگوئیوں سے استنباط کر کے اس بارے میں باقاعدہ دو سن مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک ۱۸۷۴ء ہے۔ اور دوسرا ۱۹۱۴ء۔ ان کا کہنا ہے کہ ۱۸۷۴ء میں مسیح کو اس دنیا میں موجود ہو جانا چاہیئے تھا۔ ۱۸۷۴ء سے ۱۹۱۴ء تک کے درمیانی عرصہ میں وہ زمین پر آسمانی بادشاہت کے قیام کی تیاری کرے گا۔ جب یہ تیاری مکمل ہو جائے گی۔ تو ٹھیک ۱۹۱۴ء میں وہ پوری طرح سرگرم عمل ہو کر آسمانی بادشاہت کے قیام کا کام شروع کر دیگا اور بیک وقت ساری دنیا میں اس کے قیام کی ابتداء ہو جائے گی۔ جب ہم اس نقطہ نگاہ سے بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی الواقعہ ۱۸۷۴ء اور ۱۹۱۴ء کو آپ کی بعثت اور آپکے مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ پہلے ہم اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ مسٹر رتھرفورڈ نے بائبل کی پیشگوئیوں اور دلائل کی بنا پر مسیح کی آمد ثانی کے سلسلہ میں ۱۸۷۴ء اور ۱۹۱۴ء کی تعیین کی ہے۔ اور پھر بتائیں گے کہ یہ دونوں سال کس طرح احمدیت کیلئے اہمیت رکھتے ہیں۔ اور کس طرح بائبل کی یہ پیشگوئیاں بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہوتے ہوئے عیسائیوں پر اتمام حجت کر رہی ہیں کہ وہ مسیح کی آمد ثانی پر ایمان لا کر اپنے لئے آسمانی بادشاہت سے حصہ لے لیں۔ اور خوش قسمت لوگوں کے زمرے میں شامل ہونے پر فخر کریں کہ جس میں مسیح کی آمد اول کے وقت فلسطین کے فریسی شامل تھے۔

۱۸۷۴ء عیسوی کی تعیین

جہاں تک ۱۸۷۴ء عیسوی کا تعلق ہے مسٹر رتھرفورڈ نے یہ سال دانیال نبی کی پیشگوئی سے نکالا ہے۔ ۶۰۶ قبل مسیح میں جب بخت نصر نے یہودیوں کے بادشاہ صدقیاہ کو شکست دیکر ایک غیر یہودی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ دانیال نبی نے اپنی پیشگوئی میں اس وقت سے لے کر زمانہ آئندہ میں رونما ہونے والی چار بڑی بڑی سلطنتوں کو چار درندوں سے تشبیہ دی تھی اور چوتھے درندے کے ظہور (دانیال باب ۷ آیت ۷) کے بعد دور سعادت کے آغاز تک ۱۳۳۵ دن انتظار کرنے کے لئے کہا تھا۔ (دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲) حزقیل باب ۴ آیت ۶ کی رو سے جس میں لکھا ہے کہ میں نے ایک ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا ہے مسٹر رتھرفورڈ ۱۳۳۵ دنوں سے ۱۳۳۵ سال مراد لیتے ہیں۔ ادھر تمام پروٹسٹنٹ فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ چوتھے درندے سے مراد پاپائیت کا اقتدار ہے جس نے ۵۳۹ عیسوی میں عروج حاصل کیا۔ اب اگر ۵۳۹ عیسوی سے ۱۳۳۵ سال شمار کئے جائیں تو ۱۸۷۴ء کا سال اس دور سعادت کا آغاز قرار پاتا ہے۔ کہ جب مسیح کو اس دنیا میں دوبارہ موجود ہونا چاہیئے (تفصیل کیلئے دیکھیں کتاب الموسوم به Creation مصنفہ جے ایف رتھرفورڈ باب ۱۳)

۱۹۱۴ء عیسوی کی تعیین

ادھر عہد نامہ قدیم کی کتب احبار میں بار بار یہ ذکر آتا ہے کہ یہود کو ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے سات زمانوں تک سزا دی جائے گی جس کے بعد انہیں اصلاح کا آخری موقعہ دیا جائے گا۔ چنانچہ احبار باب ۲۶ آیات ۱۸، ۲۱، ۲۴، ۲۸ میں بار بار یہ الفاظ آتے ہیں۔

"I will punish you (the Children of Israel) seven times for your sins"

یعنی میں بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سات زمانوں تک سزا دوں گا۔ مسٹر رتھرفورڈ کا کہنا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی ان زمانوں کی تکمیل سے پہلے ہی ظاہر ہو جائے گی۔ اور ان زمانوں کی تکمیل پر وہ پورے جاہ و جلال کے ساتھ دنیا پر حکمرانی شروع کر دے گا۔ وہ اور بہت سے دوسرے عیسائی مصنفین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ سات زمانے ۱۹۱۴ء میں ختم ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ "Time" یا "زمانہ" کا لفظ بائبل کی پیشگوئیوں میں اکثر جگہ ۳۶۰ سال کا عرصہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ایک اور عیسائی مصنف مسٹر ای ایم ہارڈی اپنی کتاب The Mid Night Cry مطبوعہ ۱۹۳۲ء میں رقمطراز ہیں:-

ترجمہ "دانیال کے صحیفہ میں Time کا لفظ واضح طور پر ایک مقررہ عرصہ کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور بہت سے شارحین نے اس سے ایک سال مراد لیا ہے۔ لیکن ایک عام سال نہیں جو چند مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بلکہ ایک ایسا سال جس کا ہر دن بجائے خود ایک سال کے برابر ہے۔ Time سے مراد ۱×۳۶۰ = ۳۶۰ سال کا زمانہ ہے" (باقی)

مسز او۔ ایم۔ ہارڈی نے اپنی مذکورہ بالا
کتاب میں "The Prophetic
Periods" کے زیر عنوان پورا
ایک باب اس بات کی تشریح پر باندھا ہے
کہ بائبل کی پیشگوئیوں میں Time بار بار
سے جو ۳۶۰ سال مراد لئے جاتے ہیں
وہ کس حساب سے بنتے ہیں انہوں نے
باقاعدہ بائبل کی متعدد آیات سے ثابت
کیا ہے کہ بائبل کی پیشگوئیوں میں اکثر جگہ
جہاں بھی Time کا لفظ استعمال ہوا
ہے۔ اس سے مراد قطعی طور پر ۳۶۰ سال
کا عرصہ ہے۔ اسی طرح مسٹر ولفرڈ
نے اپنی کتاب "The Truth
shall make you
Free" کے اٹھارویں باب میں جو کچھ
لکھا ہے اس سے مسز ہارڈی کے نظریہ
کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔ اس
حساب سے یہود کی سزا کا عرصہ جو سات
زمانوں پر مشتمل ظاہر کیا گیا ہے ۳۶۰×۷=
۲۵۲۰ سال بنتا ہے۔ ان کی سزا کے زمانے
کا آغاز جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔
۶۰۶ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے کہ
جب بنوکد نضر نے یہودیوں کے بادشاہ
ہدقیاہ کو شکست دے کر دنیا میں غیر
یہودی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ سو اگر ۶۰۶
قبل مسیح سے ۲۵۲۰ سال شمار کئے جائیں
تو یہ عرصہ (۲۵۲۰-۶۰۶) ۱۹۱۴ء
عیسوی پر آکر ختم ہوتا ہے۔ اب مسٹر ولفرڈ
کا کہنا یہ ہے کہ اس عرصہ کے مکمل ہونے
پر حزقی ایل باب ۲۱ آیت ۲۵ تا ۲۷ کے مطابق
اس کا اقتدار ختم ہو گا جس کا اصل
حقدار ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔
"وہ آئے گا جس کا حق ہے اور میں
اسے دوں گا"
اس سے مسٹر ولفرڈ نے یہ نتیجہ نکالا
ہے کہ مسیح تو ۱۸۷۴ء میں آجائے گا
لیکن چالیس سال کی تیاری کے بعد ۱۹۱۴ء
میں وہ برسر اقتدار آئے گا اور اس کے
ذریعہ یہود کو اصلاح کا آخری موقع دیا
جائے گا۔ الغرض وہ اجبار دانی ایل،
حزقی ایل اور ملاکی وغیرہ کی پیشگوئیوں
کی روشنی میں مسیح کی آمد ثانی کے زمانے
کا تعین کرنے کے بعد اپنی کتاب
"Creation" کے صفحہ ۲۰۹
پر لکھتے ہیں:۔
"بائبل کے فراہم کردہ ثبوت سے
پتہ چلتا ہے کہ مسیح کے موجود
ہونے اور خدائی تیاری کے
دن سے مراد ۱۸۷۴ء اور
اس کے بعد کا زمانہ ہے۔ سو گویا
مسیح کی آمد ثانی ۱۸۷۴ء میں
شروع ہو چکی ہے اور یہ سال نیز
۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک کا زمانہ اس
کی آمد ثانی کے ضمن میں خاص
اہمیت کا حامل ہے"

آسمانی بادشاہت کا قیام اور اس کے مختلف مراحل

آخری زمانہ میں آسمانی بادشاہت
کے قیام کے مختلف مراحل بیان کرتے
ہوئے مسٹر ولفرڈ نے اس پر بھی روشنی
ڈالی ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت
اچھے اور برے مخلص اور منافق سب ہی
ملے جلے ہوں گے۔ جس طرح کھیت
میں گیہوں اور کڑوے دانے اکٹھے ہی
اُگے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح مخلص
اور منافق بھی ایک ساتھ ہی زندگی گزار
رہے ہوں گے۔ لیکن مسیح کے آنے کے
بعد جب آسمانی بادشاہت کے قیام کا
کام شروع ہو گا۔ تو نام کے مسیحیوں
کو اصل مسیحیوں سے الگ کر دیا جائے گا
انہوں نے آسمانی بادشاہت کے قیام
کے سلسلہ میں جو مراحل بیان کئے ہیں
ان کا خلاصہ کم و بیش انہی کے الفاظ میں
درج ذیل ہے۔

۱۔ ۱۸۷۴ء کے بعد سے مسیح اس
دنیا میں موجود ہو گا۔ اور اپنے کلیسا سے
متعلق ایک خاص کام انجام دیتا
رہے گا۔ وہ بنیادی صداقتیں
جنہیں شیطانی نظام نے ڈھانپ
رکھا ہو گا۔ اور دنیا کی نظروں سے
روپوش کر رکھا ہو گا۔ وہ انہیں
دوبارہ آشکارا کرے گا۔ اور نیک اور
پارسا لوگوں کو اپنے گرد جمع کرے گا۔
(بحوالہ Creation
صفحہ ۳۰۴)

۲۔ ۱۹۱۴ء سے قبل تک مسیح کے
لئے ضروری ہے کہ وہ شیطانی نظام
کے خلاف کوئی بڑا قدم نہ اٹھائے
کیونکہ زبور ۱۱۰ آیت ۱ کے تحت خدا
نے اسے انتظار کا حکم دیا ہے۔ ۱۸۷۴ء
کا صبر ہے کہ جب وہ دنیا میں دوبارہ
آئے گا ۱۹۱۴ء تک وہ جس
کام میں مصروف رہے گا۔ وہ تیاری
کے رنگ میں ہو گا ۱۹۱۴ء کے
شروع ہونے پر خدائی حکم کے پورا
ہونے کا وقت آ جائے گا۔ کیونکہ
یہ لکھا ہوا ہے کہ "خدا تیرے
زور اور قوت کا عصا صیہون سے
باہر بھیجے گا۔ اور کہے گا تو اپنے
دشمنوں کے درمیان حکومت کر"
(زبور ۱۱۰ آیت ۲)
(بحوالہ صفحہ ۳۰۵)

۳۔ ۱۹۱۴ء کا سال غیروں کے
دور حکومت کے اختتام اور دنیا
کے آخر پر دلالت کرتا ہے۔ اس
وقت ایسے کام کا آغاز شروع ہے
جو ابتدائی اور تیاری والی نوعیت
سے مختلف ہو۔
(بحوالہ صفحہ ۳۰۳)

۴۔ "مسیح نے ایک تمثیل بیان
کی تھی جس میں کہا تھا کہ کس طرح
اس کے زمانہ میں وہ لوگ محض نام
کے مسیحی ہیں۔ اور وہ جو حقیقی
طور پر مسیح سے تعلق رکھتے ہیں
ایک ساتھ پلے اور بڑھیں گے۔
اس نے کہا "دونوں کو فصل کے
پکنے تک اکٹھا ہی اُگنے دو۔ اور
جب فصل کے پکنے کا وقت آ
جائے گا تو میں کاٹنے والوں
سے کہوں گا پہلے تم کڑوے دانوں
کو اکٹھا کرو اور جلانے کے لئے ان
کے گٹھے باندھ لو اور گیہوں میرے
کھتے میں جمع کرو۔"
(متی ۱۳/۳۰)

۵۔ "اس نے دن پورا ہو گیا۔۔
۔۔۔۔۔۔ کہ دنیا کا آخر ہے
اور کاٹنے والے فرشتے ہیں پس
جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے
اور آگ میں جلائے جاتے ہیں۔
ویسے ہی دنیا کے آخر میں ہوگا"
ایک تمثیلی زبان میں مسیح نے
دراصل پیشگوئی کی تھی کہ نقلی
مسیحی اصلی مسیحیوں سے الگ
کر دئے جائیں گے۔ اور منافق قسم
کے دیندار بالآخر تباہ ہوں گے"
(The Truth shall
Make You Free
Page 281-282)

آسمانی بادشاہت کے مذکورہ بالا
مراحل سے خلاصۃً حسب ذیل نتائج برآمد
ہوتے ہیں۔

(۱) ۱۸۷۴ء میں مسیح ظاہر
ہو کر آسمانی بادشاہت کے قیام کی
تیاری کرے گا۔ اور عقائد کی اصلاح
کے ساتھ ساتھ پارسا قسم کے لوگوں کو اپنے
گرد جمع کرے گا۔

(۲) تیاری کا یہ سلسلہ ۱۹۱۴ء تک
جاری رہے گا۔ جو دنیا کے آخر پر دلالت
کرتا ہے

(۳) ۱۹۱۴ء میں مسیح برسراقتدار
آکر آسمانی بادشاہت کے قیام کا کام
پورے زور شور سے شروع کر دے گا

(۴) نقلی کڑوے دانے الگ کئے
جائیں گے یعنی نقلی مسیحی اور منافق قسم
کے دیندار اصل مسیح کے سچے متبعین
سے الگ کر دیا جائے گا۔

(۵) پھر مسیح کے اقتدار کا عصا باہر
نکلے گا۔ اور باہر نکل کر مسیح کے دشمنوں میں
حکومت کرے گا۔

تاریخ احمدیت میں ۱۸۷۴ء کی اہمیت

جب ہم بائبل کی ان پیشگوئیوں اور مسٹر ولفرڈ
کی تشریحات کی روشنی میں بانی سلسلہ احمدیہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے اور آپ کے
کام اور آپ کے مشن کی تکمیل کے سلسلے میں
اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادوں کے
عملی ظہور پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان پیشگوئیوں
کا آپ کی ذات میں پورا ہونا روز روشن
کی طرح عیاں ہو جاتا ہے اور عقل یہ دیکھ کر دنگ
رہ جاتی ہے کہ کس طرح ۱۸۷۴ء اور ۱۹۱۴ء
کو احمدیت کی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل
ہے اور اس دوران میں عجیب اسی قسم کے
واقعات پیش آئے ہیں۔ جس قسم کے واقعات
پیش آنے کا ان پیشگوئیوں میں ذکر ہے۔ اس
میں شک نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ
۱۸۷۴ء کے بہت بعد کیا۔ لیکن یہ وہ مبارک
سال ہے کہ جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ماموریت کا پہلا الہام ہوا جس میں صاف اس بات
کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کے ذریعہ عنقریب اس
آخری زمانہ میں آسمانی بادشاہت قائم کی جائے گی اور
یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مسیح موعود کے منصب پر
فائز کرنے والا ہے۔ چنانچہ عین اسی سال آپ نے
خواب میں ایک فرشتہ دیکھا جو ایک اونچے
چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں
ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت نرم اور چمکیلا تھا
اس نے یہ نان حضور علیہ السلام کو دیتے ہوئے کہا۔
"یہ نان تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے
درویشوں کے لئے ہے" (نزول المسیح صفحہ ۲۰۷ حاشیہ)
بائبل کے محاورہ کی رو سے روٹی یا نان سے مراد
آسمانی بادشاہت ہے جیسا کہ یوحنا ۶/۳۲-۳۵ میں
مسیح نے روٹی سے مراد آسمانی بادشاہت مراد لی ہے۔
قرآنی محاورہ کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ روٹی یا نان سے
مراد وہ آسمانی مائدہ ہے جس کے آخری زمانہ میں نازل کئے جانے
کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض
کیا تھا۔ جیسا کہ مروی ہے ربنا
انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا
واخرنا وایۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین
پس ۱۸۷۴ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نان کا عطا ہونا
اس کی طرف اشارہ تھا کہ [illegible] نازل ہونے والا آسمانی مائدہ
[illegible] آپ کے وجود کی شکل میں نازل
ہونے والا ہے چنانچہ [illegible] اسی طرح ظہور میں آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے
آپ کو مسیح موعود کے منصب پر فائز کر کے [illegible]
[illegible]

بعد حرم مبارکہ و دیکھ ظاہر ہو کر پیشگوئی کی عظمت و شوکت کا نشان
کے ساتھ آپ کے وجود میں پوری ہوئی سو بجز آپ
کے کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو اس پیشگوئی
کا آپ پر صادق آنا آپ کی صداقت کی ایک
روشن دلیل ہے جس کو کبھی دنیا خود اپنی
تحریرات کی روشنی میں انکار نہیں کر سکتی۔

۱۸۸۴ء اور ۱۹۱۴ء کا درمیانی عرصہ

جیسا کہ مسٹر رود مقرر فرمانے اپنی کتابوں میں
لکھا ہے ۱۸۸۴ء سے ۱۹۱۴ء تک کا زمانہ
مسیح کے لئے تیاری کا زمانہ تھا اس عرصہ میں
اس نے دعویٰ مسیحیت کا اعلان کرکے اصلاح
عقائد کا کام سرانجام دینا تھا اور اپنے گرد
نیک اور پارسا لوگوں کو جمع کرکے انہیں آنے
والے ایک عظیم جدوجہد کے لئے تیار کرنا تھا
سو ہم دیکھتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے اس کام کو نہایت خوبی سے
سرانجام دیا اور دنیا کو مخاطب کرتے
ہوئے فرمایا:۔

"سو یہ تعجب کا مقام نہیں
بلکہ ہزاروں ہزار شکر کا مقام اور
ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت
ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم
سے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے
رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی
فرق پڑنے نہیں دیا اور نہ صرف
اس پیشگوئی کو پورا کرکے دکھلایا بلکہ
آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں
اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔
اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور
شکر کے سجدات بجا لاؤ کہ وہ زمانہ
جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے
بزرگ آباء گذر گئے اور بے شمار
روحیں اس کے شوق میں ہی سفر
کر گئیں وہ وقت تم نے پا لیا اب اس
کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے
فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے
ہاتھ میں ہے میں اس کو بار بار
بیان کروں گا اور اس کے اظہار
سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی
ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے
لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر
دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں
اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح
وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا
گیا تھا جس کی روح ہیرو ڈیس کے
عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے
بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔" (فتح اسلام)

پھر آپ نے کل مذاہب کے ماننے والوں کو
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سو اب میں کھلا [illegible] انکار

حضرات علماء مسلمانان و علماء
عیسائیان و پنڈتان ہندوان و
آریان یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور
اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و
اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور
غلطیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں
بھیجا گیا ہوں۔" (اربعین)

پھر آپ نے اپنے آنے کی غرض کو مزید واضح
کرتے ہوئے لکھا:۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان
تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق
آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور
کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت
رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور
اپنے بندوں کو دین واحد پر
جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد
ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا
گیا ہوں۔" (الوصیت)

چنانچہ آپ نے ان اور ایسے ہی دوسرے
اعلانات کے بموجب اصلاح عقائد کا فریضہ
نہایت اہتمام بشان طریق پر ادا کیا اور اسی کے
قریب کتب تصنیف فرما کر ان میں جملہ اہل
مذاہب پر ان کی غلطیاں واضح کیں اور اصل
عقائد ان پر واضح کئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی
خاص مشیت کے مطابق نیک فطرت لوگوں کو
اپنے گرد جمع کرکے ایک جماعت قائم کی اور ان
کے نفوس کا تزکیہ فرما کر انہیں ایک نئی زندگی
سے ہمکنار فرمایا۔ اور انہیں آنے والی عظیم
جدوجہد کے لئے تیار کیا اور ساتھ ہی یہ امر
بھی واضح فرما دیا کہ یہ سب کام ایک تیاری کے
رنگ میں ہے۔ اصل جدوجہد کا زمانہ بعد میں
آنے والا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"میں تو ایک تخم ریزی کرنے
آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ
تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور
پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو
روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

چنانچہ تیاری کا یہ سلسلہ ۱۸۸۴ء سے شروع
ہو کر آپ کی زندگی میں ۱۹۰۸ء تک اور پھر آپ
کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے
زمانہ میں ۱۹۱۴ء کے اوائل تک جاری رہا۔
اور مسیح پاک کی جماعت محبت الٰہی میں سرشار ہو کر
فرمانبرداری و جانثاری اور جذبۂ خدمت میں ترقی
کرتی چلی گئی تا کہ جب خدا کے حکم کے پورا ہونے
کا وقت آئے تو وہ میدان عمل میں آ کر دنیا
کے گوشے گوشے میں آسمانی بادشاہت کے
قیام کی منادی کے لئے اپنے گھروں اور وطنوں
سے نکل کھڑی ہو۔

۱۹۱۴ء اور اس کے بعد کا زمانہ

چالیس سال کی تیاری کے بعد احبار اور

دانیال کی پیشگوئی کے بموجب مسیح کو یہ اقتدار
اگرچہ آسمانی بادشاہت کے قیام کے سلسلہ میں
آخری مرحلہ کے طور پر ایک عظیم جدوجہد کا
آغاز کرنا تھا۔ یہ جدوجہد مسیح کے نام پر ہی
ایک اور مثیل مسیح کے ہاتھوں انجام پانی مقدر تھی
کیونکہ حزقی ایل باب ۲۱ آیت ۲۵ میں لکھا ہے۔

"وہ آئے گا جس کا حق ہے
اور میں وہ اسے دوں گا"

یہاں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ
یہ اقتدار آنے سے مراد دنیوی حکومت نہیں
ہے کیونکہ مسیح نے دنیا میں آنے کے وقت کہا
تھا میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ میں جس
بادشاہی اور اقتدار کا ذکر کر رہا ہوں اس کا تعلق
ایک روحانی دنیا سے ہے (یوحنا باب ۱۸ آیت ۳۶)
چنانچہ ٹرنٹی کالج ڈبلن کے ریورنڈ ڈی سی [illegible]
نے اپنی کتاب "In Understanding Be Men"
میں مسیح کی آمد ثانی کا ذکر کرتے ہوئے مسیحیوں کو
خبردار کیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مسیح کی آمد ثانی
میں وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی نئی حکومت اور سلطنت
قائم کر دے گا اور اس میں ایک دنیوی شہنشاہ کی
طرح حکومت کرے گا۔ وہ اپنی مذکورہ کتاب کے
صفحہ ۲۳۶ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"آمد ثانی سے متعلق عبارات میں
کلیۃً سطحی معانی پر حصر کرنے سے
پرہیز لازمی ہے ورنہ آخری زمانہ میں
مسیح کا عالمی اقتدار ایک دنیوی شہنشاہ
کی عالمی فتوحات کے مشابہ قرار پا کر
بہت نیچی سطح پر آ گرے گا۔"

بہرحال ۱۹۱۴ء میں مسیح کے یہ اقتدار آنے کا
مطلب یہی تھا کہ چالیس سال کی تیاری کے بعد
وہ مقدس وجود جو برکت آنے کا جو حسن و احسان میں
مسیح موعود کا مظہر ہوتے ہوئے اس کے پیغام کو
زمین کے کناروں تک پہنچائے گا۔ اور دنیا میں
آسمانی بادشاہت قائم کرے گا۔ چنانچہ ہم
دیکھتے ہیں کہ دانیال کی اس پیشگوئی کے مطابق
مارچ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وفات
پر جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو
بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے پسر موعود ہیں مسند
خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے متعلق مسیح
پاک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ اطلاع
دی تھی:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں
اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔
سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور
تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ
قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو
ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے)
تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور
رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے

فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا
ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے
اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا
وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے
پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو
قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں
اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا
مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام
برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی
تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔
اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں
کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں
تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے
وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین
اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول
محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار
اور تکذیب کی راہ سے دیکھتے ہیں ایک
کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر
ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ
اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا
ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ
لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت
و نسل ہوگا۔
خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے
اس کا نام عنمانوایل اور بشیر بھی ہے اس
کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس
سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ
جو آسمان سے آتا ہے۔
اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے
آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ
اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں
آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور
روح الحق کی برکت سے بہتوں کو
بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ
کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور
غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے
وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم
اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا
اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا ......
...... دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ
فرزند دلبند گرامی ارجمند مظھر الاول
والآخر مظھر الحق والعلاء
کان اللہ نزل من السماء جس کا
نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے
ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور
جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے
ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے
اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ
جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری
کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک
شہرت پائے گا اور قومیں اس سے

برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔"

اس کے علاوہ جب آپ نے ۱۹۱۴ء میں مسیح موعودؑ کے خلیفہ اور مثیل کی حیثیت سے دنیا میں آسمانی بادشاہت کے قیام کے لئے تبلیغ و اشاعت دین کے ایک عظیم الشان نظام کی بنیاد ڈالی۔ اور مذکورہ بالا آسمانی پیشگوئی کی جملہ علامتیں ایک ایک کر کے آپ کے وجود مبارک میں پوری ہونی شروع ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی پرشوکت خواب میں آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا کہ میں وہی ہوں۔ جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا۔ جس کا انجیل میں ذکر آتا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اس امر کو واضح کرنے کے لئے کہ جب آپ آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ تو بعض قومیں آپ پر ایمان لے آئیں گی۔ اور بعض قومیں آپ کی منتظر ہونے کے باوجود آپ کو شناخت کرنے کی سعادت سے محروم رہیں گی۔ دس کنواریوں کی تمثیل بیان کی تھی (دیکھو متی $\frac{۲۵}{۱۳-۱}$) جو مشعلیں ساتھ لے کر دولہا کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ ان میں سے جو عقلمند تھیں۔ انہوں نے مشعلوں کے علاوہ مزید تیل بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اور جو بیوقوف تھیں۔ انہوں نے تیل نہ لیا۔ دولہا نے آنے میں دیر کی۔ یہاں تک کہ جن کے پاس تیل نہ تھا۔ ان کی مشعلیں بجھ گئیں۔ آخرکار وہ تیل لینے بازار چلی گئیں۔ اور اسی اثناء میں دولہا آ گیا۔ وہ کنواریاں جن کے پاس تیل تھا۔ اور ان کی مشعلیں روشن تھیں۔ وہ دولہا کو لے کر قلعہ میں چلی گئیں۔ اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ جب وہ کنواریاں جو تیل لینے چلی گئی تھیں۔ واپس آئیں۔ تو انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند پایا۔ اور وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں۔ اسی تمثیل کے مطابق خواب میں آپ کی زبان سے کہلوایا گیا۔ کہ میں وہ ہوں۔ جس کا انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں۔ چنانچہ خواب کا متعلقہ حصہ آپ کے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

" پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ میں وہ ہوں۔ جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں میں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں۔ جن کے لباس صاف ستھرے ہیں۔ دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔ مجھے السلام علیکم کہتی ہیں۔ اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کے لئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی جاتی ہیں۔ اور کہتی جاتی ہیں ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم انیس سو سال سے آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

آپ کے متعلق پیشگوئی کے جو الہامی الفاظ اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اور آپ کے خواب کا مذکورہ بالا حصہ روز روشن کی طرح اس حقیقت کو آشکار کر رہا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ مثیل مسیح ہیں۔ اور عین ۱۹۱۴ء میں آپ کا مسند خلافت پر رونق افروز ہونا دراصل بائبل کی پیشگوئی کے بموجب اس آخری زمانہ میں روحانی طور پر مسیح کے برسر اقتدار آنے کے مترادف ہے۔

کڑوے دانوں کی علیحدگی

آپ کے متعلق پیشگوئی کے جو الہامی الفاظ درج ہوئے ہیں۔ ان میں آپ کے عظیم الشان کارناموں کے ضمن میں دو امور خاص طور پر اہم ہیں۔ ۱۔ آپ کے ذریعہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو گی۔ ۲۔ آپ کے ذریعہ خدا کا دین زمین کے کناروں تک پہنچے گا۔ آپ افراد اور اقوام کی بیماریوں کو دور کریں گے۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوں گے۔ اور قومیں آپ سے برکت پائیں گی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسٹر ردرفورڈ نے بائبل کی روشنی میں مسیح کے یہی دو کام بتائے ہیں۔ جو اس نے ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرانجام دینے تھے۔ کیونکہ مسٹر ردرفورڈ نے لکھا ہے۔ کہ پہلے گیہوں کے کھیت سے کڑوے دانے الگ کئے جائیں گے۔ پھر مسیح کے اقتدار کا عصا باہر نکلے گا۔ اور اپنے دشمنوں کے بیچ میں حکومت کرے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ۱۹۱۴ء میں سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے مسند خلافت پر رونق افروز ہونے کے ساتھ ہی مسیح پاک علیہ السلام کی جماعت سے وہ عنصر الگ کر دیا گیا۔ جو گیہوں کے کھیت میں کڑوے دانوں کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ لوگ مسیح پاکؑ کی جماعت میں شامل ہونے کے باوجود آپ کے مقام کو گرانا چاہتے تھے۔ اور آپ کے قائم کردہ نظام کی بنیاد یعنی خلافت کو ہی ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ مشیت ایزدی کے ماتحت ۱۹۱۴ء میں مسیح پاک کی جماعت سے الگ کر دیئے گئے۔ اور اس طرح مسیح کی پیشگوئی کہ مسیح کے متبعین میں سے نقلی مسیحی اور منافق قسم کے دیندار لوگ الگ کئے جائیں گے۔ پوری ہوئی۔ ان کڑوے دانوں کا وجود علیحدہ شکل میں عبرت اور نمونہ کے طور پر آج بھی موجود ہے۔ انہوں نے لاہور میں ایک علیحدہ انجمن قائم کی ہوئی ہے۔

عظیم جدوجہد کا آغاز

جب مسیح پاک علیہ السلام کی جماعت نقلی اور منافق قسم کے دینداروں سے پاک ہو گئی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت کے تحت سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے دنیا بھر میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی ایک عظیم الشان مہم شروع کی۔ اور بیرونی ممالک میں مبلغین بھیج کر مسیح پاک علیہ السلام کے پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا۔

مبلغین کا اس طرح غیر ممالک میں جا کر ایسے علاقوں میں اسلام کا پیغام پھیلانا کہ جہاں اسلام کا کوئی ایک نام لیوا بھی موجود نہ تھا۔ بائبل کی اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔ کہ جس میں خبر دی گئی تھی:۔

" خدا تیرے زور اور طاقت کا عصا صیہون سے باہر بھیجے گا۔ اور کہے گا تو اپنے دشمنوں کے درمیان حکومت کر"
(زبور ۱۱۰ آیت ۲)

چنانچہ تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ نہ صرف آج کے دن تک جاری ہے۔ بلکہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور دنیا کی پیاسی روحیں اس چشمے کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں۔ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ جاری فرمایا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہر مبلغ جو کسی غیر ملک میں جاتا ہے۔ وہ آپ کے روحانی اقتدار کے عصا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جن علاقوں میں جا کر وہ خدائے واحد کے دین کی منادی کرتا ہے۔ اور جس دلیری سے اس کو مخالفتوں کے اٹھتے ہوئے طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جس طرح ان مخالفتوں کے باوجود مسیح پاک علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی ایک جماعت قائم ہو کر خلیفۂ وقت کی قائم مقامی میں اسی کو اپنا امام تسلیم کر لیتی ہے۔ یہ سب کچھ بائبل کی اسی پیشگوئی کا عملی ظہور ہے۔ جس میں کہا گیا تھا کہ " تو اپنے دشمنوں کے درمیان حکومت کر"۔

آج سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے وجود کی برکت اور آپ کے بھیجے ہوئے مبلغین اسلام کی مساعی کے نتیجے میں یورپ، ایشیا، افریقہ اور امریکہ کے بے شمار ممالک میں مسیح پاک علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ان سب ممالک میں مسیح پاک علیہ السلام پر ایمان لانے والی جماعتیں قائم ہیں۔ جنہیں خدمت دین کے لئے قربانیاں کرنے میں ایک خاص جوش اور ولولہ عطا کیا گیا ہے۔ اس طرح ساری دنیا میں بیک وقت آسمانی بادشاہت کا قیام عمل میں آ رہا ہے۔ اور قومیں اسی موعود مصلح سے برکت حاصل کر رہی ہیں۔ کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ خبر دی تھی کہ:۔

" قومیں اس سے برکت پائیں گی"

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے ان کارناموں کی وجہ سے کیا یورپ اور کیا ایشیا کیا افریقہ اور کیا امریکہ سب جگہ ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ اور سب ہی اس بات کو شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ کہ بالآخر یہ لوگ جنہوں نے خدمت دین میں اپنا تن من دھن سب کچھ نثار کر رکھا ہے۔ ایک دفعہ پھر اسلام کو ساری دنیا پر غالب کر کے ہی چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ انگلستان کا نامور مورخ آرنلڈ ٹوائن بی جس کی فہم و فراست کا ایک زمانہ قائل ہے جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اگر اسلام یورپ کے چھوٹے طبقوں میں پھیل گیا۔ تو پھر یہ دنیا کے مستقبل پر ایسے ایسے رنگ میں اثر انداز ہو گا۔ کہ آج ہم جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس نے اپنی کتاب "Civilization on Trial" میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو ایک ایسی حرکت سے تعبیر کیا ہے جو چند صدیوں کے اندر اندر ایک انقلاب عظیم رونما کرنے اور اس طرح دنیا کی کایا پلٹنے کا موجب ہوا کرتی ہے۔ دنیا کے وہ لوگ جو فہم و فراست سے بہرہ ور ہیں۔ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ اگر موجودہ دنیا کی کایا پلٹی۔ تو وہ اس جماعت کے ان جانفروش مجاہدین کے ذریعہ ہی پلٹے گی جنہوں نے اشاعت اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر رکھا ہے۔ ان میں دین کی خاطر یہ جوش یہ ولولہ یہ تڑپ اور یہ ایثار اسی مسیحی نفس کی قوت قدسیہ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ جس کا آنا جلال الٰہی کے ظہور کا موجب اور کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہے۔ اور جس کے وجود میں مسیح کے عالمی اقتدار سے متعلق بائبل کی پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں اور برابر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ دنیا پر کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا۔ کہ جو ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کو ایک نئے اور نئے طور پر ظاہر نہ کرتا ہو۔

(مزید اگلے صفحہ پر)

شرح القصیدہ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا محبوب اور ان کے غلام مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا محب پھر جوش عشق میں جو جو پھول کھلتے ہیں یہ قصیدہ ان پھولوں میں سب سے زیادہ مہکتے ہوئے پھولوں کا گلدستہ ہے مولانا جلال الدین شمس صاحب نے اس قصیدہ کا ترجمہ اور اس کی شرح لکھی ہے۔ اور میرے جیسے نادانوں کے لئے اس قصیدہ کا پورا حظ اٹھانا ممکن کر دیا ہے۔ مشکور اللہ سعیہ وجزاہ اللہ خیراً۔

اعلان بابت اصحاب احمدؑ

رسالہ اصحاب احمد کے ماہوار بنائے جانے کی صوبائی حکومت نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن ضابطہ کے مطابق کارروائی کی تعمیل حکام ضلع کی طرف سے ستمبر میں ہوگی۔ احباب مطلع رہیں۔ کہ کوشش کی جائے گی کہ ماہ دسمبر میں ایک نمبر شائع کیا جا سکے بہت سے خریداروں نے گزشتہ سال کا چندہ بھی ادا نہیں کیا۔ اور ابھی حال ہی میں جلد کے چندہ کا ہے۔ بغیر چندہ کی وصولی کے آئندہ کسی خریدار کو رسالہ جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ احباب مطلع رہیں۔

چندہ میری امانت میں دفتر افسر صاحب امانت صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرایا جا سکتا ہے۔ (ملک صلاح الدین ایم اے ایڈیٹر اصحاب احمد)

ہم امید ہے۔ احباب ذوق رس کی کما حقہٗ قدر دانی فرمائیں گے

خاکسار ظفر اللہ خان

قبر کے عذاب سے بچو!

کارڈ آنے پر

مفت

عبد اللہ الہ دین سکندر آباد دکن

زنانہ علاج

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا قائم کردہ دواخانہ جو ان کے شاگرد حکیم نظام جان صاحب کی نگرانی میں بااحسن خدمت کر رہا ہے۔ ہیں عورتوں کے پیچیدہ اور لاعلاج امراض کا بغیر اپریشن کے محض خدا تعالےٰ کے فضل اور استادی الکرم کے علم اور حکمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ ایسی عورتیں جنہیں ہر ہسپتال سے بھی مکمل آرام نہ آسکا۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے تندرست ہو گئی ہیں۔ معائنہ کے لئے تسلی بخش زنانہ انتظام ہے۔ ہزارہا لاعلاج عورتیں شفایاب ہو چکی ہیں۔ آپ بھی محروم نہ رہیے۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی خط لکھئے۔

میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گوجرانوالہ

اہل اسلام کس طرح ترقی کر سکتے ہیں

کارڈ آنے پر

مفت

عبد اللہ الہ دین سکندر آباد۔ دکن

احمدیوں کی کپڑے کی مشہور دوکان

ملتان کلاتھ ہاؤس رجسٹرڈ

ڈائرکٹ امپورٹرز

چوک بازار ملتان شہر

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۰

فون نمبر ۲۵۱۰ دہانشگاہ

نئے اسٹاک ہیں۔ اعلےٰ قسم کے سلمہ ستارہ والے سیٹ ومیچنگ سیٹ، ٹشو سیٹ، کمخواب، بروکیڈ، عمدہ پرنٹ نئے ڈیزائنوں میں لیڈیز گرم کوٹنگ سادہ وچیک ڈیزائن اینڈ جینٹس گرم سوٹنگ اوور کوٹنگ،

نائیلون پرنٹ وسادہ عمدہ قسم کی ساڑیاں اور ہر قسم کے فینسی کپڑے خریدنے کے لئے تشریف لائیے

(پروپرائٹرز۔ چوہدری عبد الرحمٰن صاحب) پیشکردہ عبد الرحیم احمد منیجر انچارج فرم ہذا

٣٣
بچوں بچیوں بلکہ عورتوں مردوں سب ہی کیلئے یکساں مفید
سلسلہ کتب اسلام
مؤلفہ مولانا چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ
منظور شدہ نظارت تالیف و تصنیف
مختصر فہرست مضامین اسلام کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں کتاب
اسلام کی پہلی کتاب
اسلام کی دوسری کتاب
اسلام کی تیسری کتاب
اسلام کی چوتھی کتاب
اسلام کی پانچویں کتاب
سلسلہ کتب اسلام کے متعلق مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ کا ارشاد
"دینی تعلیم اور مذہبی تربیت ہر احمدی بچے کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جیسے جسمانی پرورش کیلئے کھانا پینا مگر یہ تربیت بچوں کو اس وقت تک اچھی طرح نہیں دی جا سکتی۔ جب تک ایسا سامان فراہم نہ کیا جائے اور ایسی کتب ان کے ہاتھوں میں نہ دیا جائے جسے وہ بغیر والدین کی اعانت اور بلا استاد کی مدد کے پڑھ سکیں۔ دینیات کا یہ سلسلہ خاص اس ضرورت کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ جس میں ابتدائی دینیات اسلامی تاریخ اور احمدیت کے اہم مسائل کو بتدریج نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور کتاب کے پانچوں حصوں میں دین کے ابتدائی ضروری مسائل۔ انبیائے سابقین۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ خلفائے راشدین۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے دونوں خلیفوں کے مختصر سوانحی حالات بہت دلنشین پیرائے میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ہر کتاب کے آخر میں قرآن مجید کی کچھ اخلاقی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ اخلاقی احادیث کا آسان ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ جو اصلاح اخلاق کا بہترین ذریعہ ہیں۔
ان کتابوں میں جگہ جگہ دینی نظمیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ جن سے کتابوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بلاشبہ یہ سلسلہ کتب ہمارے احمدی بچوں اور ہمارے نوجوانوں کی دینی تربیت۔ اخلاقی اصلاح اور بچوں جوانوں کی دینی واقفیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سلسلہ دینی کتب کے لائق مصنف مولانا چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ اور پبلشر ملک فضل حسین صاحب دونوں تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔ اور ایسا عمدہ دینیات کا سلسلہ ہمارے بچوں کے ہاتھ میں دیا۔ اللہ تعالیٰ ہر دو صاحبان کو اس نیک کام کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور احمدی بچوں۔ جوانوں بلکہ عورتوں مردوں کو بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع عطا فرمائے۔ اطفال احمدیہ اور خدام الاحمدیہ میں اسکو رائج کیا جائے اور تمام احمدی والدین اپنے ہر ایک بچے کو اس کا ایک ایک سیٹ منگوا کر پڑھائیں۔ تبھی اس کا فائدہ عام اور مکمل ہو سکتا ہے۔"
(مرزا) عزیز احمد
ناظر اعلیٰ
کاغذ عمدہ۔ لکھائی خوشخط، چھپائی دیدہ زیب، ٹائٹل خوبصورت، حجم سوا چار سو صفحہ مگر قیمت عام اشاعت کی خاطر صرف دو روپیہ رکھی گئی ہے۔ تاکہ ہر خاص و عام آسانی کے ساتھ خرید سکے اور فائدہ اٹھا سکے۔
المشتہر خاکسار ملک فضل حسین احمدی مہاجر مینجر احمدیہ کتابستان ربوہ ضلع جھنگ

احباب اپنے سرمایہ سے قائم کردہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ
کی مطبوعہ کتب خریدیں
الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ نے ہزارہا روپیہ صرف کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی کتب جو بالکل نایاب تھیں چھپوائی ہیں، اب دوستوں کا فرض ہے کہ وہ انہیں خریدیں اور کسی احمدی کا گھر ایسا نہ ہونا چاہیئے جس میں یہ کتب موجود نہ ہوں۔ ہم نے خریداروں کے لئے قیمتوں میں مندرجہ ذیل رعایت کر دی ہے۔ ۱۵ روپے سے لیکر ۵۰ روپے تک خریدنے والے کو ایک آنہ فی روپیہ ۵۱ سے ۱۰۰ تک ۲ اور ۱۰۱ سے ۲۰۰ روپے تک اڑھائی آنے۔ ۲۰۱ سے ۳۰۰ روپے تک ۳ تین سو روپیہ سے زائد خریدنے والے کو چار آنے فی روپیہ رعایت دی جائیگی
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:
"جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے"
کتب کی مختصر فہرست درج ذیل ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب
کتب حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ
علماء سلسلہ کی کتب
جو دوست جلسہ سالانہ پر کتب خریدنے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ اگر ہمیں پہلے اطلاع کر دیں تو ان کے لئے بنڈل بنا کر کتابیں تیار رکھی جائیں گی۔ جو وہ جلسہ سالانہ پر دفتر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ سے لے سکیں گے
چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

تحریک جدید کے تحت یورپ پر احمدیت کی پہلی یلغار

یورپ و امریکہ میں متعدد اسلامی مشن قائم کرنے والے مبلغین ۱۹۳۶ء میں لنڈن سے روانگی کے وقت مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن کے ساتھ

سکنڈے نیویا مشن کے پہلے مبلغ [illegible] سید کمال یوسف صاحب

احمدیہ کالج گولڈ کوسٹ کے نئے پرنسپل

گولڈ کوسٹ روانہ ہونے سے قبل صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب [illegible] اپنے والد محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ

گولڈ کوسٹ میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام ایک تبلیغی جلسہ کا انعقاد

جلسے میں گولڈ کوسٹ کے چیفس اور دیگر روسا احمدی مبلغین کی تقاریر سننے میں مصروف ہیں

سٹیج کا ایک منظر۔ مولوی عبد القدیر صاحب اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور مولوی نذیر احمد صاحب بشیر صدارت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں

اعلان تعطیل: جلسہ سالانہ کے ایام میں الفضل شائع نہیں ہوگا۔ آئندہ پرچہ [illegible] کو شائع ہوگا۔ [illegible]

سیدنا حضرت المصلح الموعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے احمدی خواتین کا دوسرا عظیم کارنامہ

دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم

انگریزی، ڈچ، جرمن اور سواحیلی زبان میں قرآن مجید کے تراجم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شائع ہو چکے ہیں۔ ملائی زبان میں ترجمہ بھی تیار ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کی دیگر ستہ اہم زبانوں میں بھی قرآن پاک کے تراجم تیار کئے جا رہے ہیں۔

مسجد لنڈن کے بعد یہ دوسری مسجد ہے جو خالصۃً احمدی خواتین کے چندے سے تعمیر ہوئی

مختلف ممالک میں احمدیہ مساجد کی تعداد

ملک	تعداد	ملک	تعداد
گولڈ کوسٹ	۱۵۰	انڈونیشیا	۱۳
سیرالیون	۲۵۰	سیلون	۱
نائیجیریا	۱۹۰	ملایا	۱
فری ٹاؤن	۱	ماریشس	۱
مشرقی افریقہ	۱۲	اسرائیل	۱
برما	۱	انگلستان	۱
امریکہ	۲	بورنیو	۱

مسجد کی افتتاحی تقریب کے چند مناظر

افتتاحی تقریب میں محترم چوہدری صاحب موصوف کا حاضرین سے خطاب

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب افتتاحی رسم ادا فرما رہے ہیں

تلاوتِ قرآن مجید سے افتتاحی تقریب کا آغاز

مسجد ہالینڈ میں پہلی نماز

مولوی ابوبکر ایوب صاحب مسجد ہالینڈ میں پہلی نماز کی امامت فرما رہے ہیں۔